رکعات التراویح

مع اضافات وضمیمہ

الامام المحدث علامہ زمانہ محمد عبد اللہ محدث غازی پوری

1260ھ – 1337ھ

نعم الشہود علی تحریف الغالین فی سنن ابی داود

استاذ الاساتذہ مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

رکعات التراویح

مع اضافات وضمیمہ

تصنیف

الامام المحدث علامہ حافظ محمد عبداللہ محدث غازی پوری رحمہ اللہ تعالیٰ

1260ھ-1337ھ

معہ

نعم الشہود علی تحریف الغالین فی سنن ابی داود

استاذ الاساتذہ مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر ◎ مکتبۃ السنۃ الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

۱۸۔ سعید مسجد، سولجر بازار نمبر ۱ کراچی ـــــ فون نمبر: ۷۲۲۶۵۰۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلۂ مطبوعات مکتبۃ السنۃ نمبر 51

نام کتاب 1 : رکعات التراویح مع اضافات وضمیمہ

نام مصنف : الامام حافظ محمد عبداللہ محدث غازیپوری۔رحمہ اللہ۔

سوانح نگار : عبدالرحمٰن مبارکپوری۔

کتاب 2 : نعم الشهود علی تحريف الغالين فی سنن ابی داوٗد

تصنیف : استاذ الاساتذہ مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری

تعداد صفحات : ہردو کتاب : 104

سائز : 20x30=16

قیمت : =/40

تاریخ اشاعت : شعبان-1423ھ

ناشر

مکتبۃ السنۃ– الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی

18 'سفید مسجد–سولجر بازار نمبر 1 کراچی 74400 فون نمبر: 7226509

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ مصنف

نام ولقب ومولد جامع معقول ومنقول، حاوی فروع واصول، پیکر زہد وتقویٰ، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، عمدۃ المحدثین، ترجمان القرآن۔ استاذ الاساتذہ، علامہ، حافظ محمد عبداللہ صاحب مئوی، غازی پوری رحمہ اللہ تعالیٰ "استاذ الاساتذہ" اور "حضرت حافظ صاحب غازیپوری" کے لقب سے مشہور تھے۔ ضلع اعظم گڑھ کا مشہور قصبہ مئو ناتھ بھنجن آپ کی جائے پیدائش ہے اور سن ولادت ۱۲۶۰ھ ہے۔

تعلیم وتربیت ۱۲ سال کی عمر میں حفظ قرآن سے فارغ ہو گئے اور فارسی وعربی کی ابتدائی کتب اپنے والد محترم شیخ عبدالرحیم صاحب اور مولانا محمد قاسم مئوی سے پڑھیں۔یہی زمانہ ہنگامہ غدر کا تھا جس کے سبب شرفاء ہند دربدر مارے پھرتے تھے۔اسی لپیٹ میں آپ کے والدین بھی آ گئے۔اور مئو چھوڑ کر متعلقین کے ہمراہ غازیپور میں اقامت اختیار کر لی اور سکون کے بعد ہونہار فرزند کو غازیپور کے مشہور مدرسہ "چشمہ رحمت" میں داخل کر دیا۔ مولانا محمد فاروق چریا کوٹی، حکیم صفدر علی جامیؔ اور مولانا رحمت اللہ صاحب فرنگی محلی سے بقیہ درسیات پڑھیں۔پھر مدرسہ امام بخش جونپور میں پہنچ کر مدرس اعلیٰ مولانا محمد یوسف صاحب فرنگی محلی سے جو آپ کی ذہانت سے بہت

خوش تھے، جملہ علوم آلیہ وعالیہ شرعیہ کی تکمیل کی۔

درس وتدریس تکمیل کے بعد مدرسہ چشمۂ رحمت میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے اور مدت دراز تک جملہ علوم وفنون کی تعلیم دیتے رہے۔ پھر علوم تفسیر وحدیث کی تکمیل کے لئے حضرت میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں پہنچے اور صحاح ستہ ودیگر کتب حدیث وتفسیر وفقہ پڑھی، اور سند اجازت حاصل فرما کر وطن واپس ہوئے اور اسی چشمہ رحمت غازیپور کے مدرس اعلیٰ کے منصب پر دوبارہ فائز ہوئے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کو آپ کی ذات پر بڑا ناز تھا۔ مجلس طلبہ میں بر سبیل مباہاۃ فرمایا کرتے۔ "میرے درس میں دو عبداللہ آئے ایک عبداللہ غزنوی دوسرے عبداللہ غازی پوری۔

۱۲۹۷ھ میں حج کو تشریف لے گئے اور سید معمر عباس بن عبدالرحمن بن محمد بن حسین بن قاسم یمنی شہاری تلمیذ امام شوکانیؒ سے ملاقات فرما کر سند واجازت حاصل کی۔

مولانا رحمت اللہ فرنگی محلی کی وفات کے بعد حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب آرویؒ کے اصرار پر مدرسہ احمدیہ آرہ کی صدر مدرسی قبول فرمائی اور بیس سال تک یہ چشمہ فیض وہاں جاری رہ کر تشنگان علوم کی آبیاری کرتا رہا۔ مولانا محمد ابراہیم صاحب کی وفات کے بعد دلی کے دلدادگان کتاب وسنت آپ کو دلی لائے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کی مسند درس کو رونق بخشی۔ مدرسہ چشمہ رحمت غازیپور، مدرسہ احمدیہ آرہ اور دہلی

میں جملہ علوم وفنون، صرف و نحو، معانی، ادب، منطق، فلسفہ، کلام، ریاضی، ہیئت، عروض، تاریخ، حساب، ہندسہ، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، فرائض، تفسیر، طب کی تعلیم وتدریس کی طویل مدت میں بے شمار لوگوں نے آپ سے استفادہ کیا۔

تاریخ و سن وفات دوران قیام دلی ہی میں آپ کے داماد ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب لکھنو میں بقضاء الہیٰ وفات پاگئے۔ حضرت حافظ صاحب تعزیت کے لئے لکھنو تشریف لائے اور خانگی موانع کچھ ایسے پیش آئے کہ دوبارہ دلی نہ جاسکے۔ لکھنو کے قیام کے زمانہ میں دارالعلوم ندوہ کے ذہین طلبہ جن میں کچھ شامی بھی تھے آپ سے پڑھنے آتے۔ لکھنو کا یہ سفر آپ کی عمر کا آخری دور ثابت ہوا۔ اور یہیں ۲۱ صفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۶ نومبر ۱۹۱۸ء کو یہ پیکر زہد وتقویٰ اور علم و عمل کا نیر تاباں ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

نماز جنازہ محمد عرب بن یحیٰ شیخ حسین بن محسن انصاری فزرجی یمانی نے پڑھائی۔

آپ کا سلسلہ تدریس و تعلیم نصف صدی تک جاری رہا۔ طریقہ تعلیم عام روش سے بالکل جداگانہ تھا۔ تسہیل مطالب میں اعجاز بیانی کو اس قدر دخل تھا کہ پیچیدہ سے پیچیدہ عبارت کو بالفاظ سادہ یوں حل فرما دیتے کہ طالب علم کو مشکل کا احساس بھی نہ ہوتا۔ جامعیت کا یہ عالم تھا کہ جملہ علوم وفنون کی تعلیم امام فن کی طرح دیتے۔

آپ کی تصانیف میں، تسہیل الفرائض (اردو) احکام میراث میں، النحو علم نحو میں، الصرف اور فصول احمدی (فارسی) علم صرف میں، منطق (اردو)

منطق ہیں، ابراء اہل الحدیث، رکعات تراویح، کتاب الزکوۃ (اردو) مطبوعہ ہیں۔ شرح مقدمہ مسلم شریف (عربی) فتاوی اور نکاح صغیرہ غیر مطبوعہ ہیں۔

حافظ صاحب علیہ الرحمۃ کے تلامذہ بے شمار ہیں۔ جن میں سے چند مشاہیر کے اسماء گرامی یہ ہیں۔ سید مصباح الطرابلسی (صاحب مصباح اللغات)، مولانا عبدالرحمن بقا، مولانا عبدالمنان وفا (خواہر زادگان حافظ صاحب) مولانا محمد سعید محدث بنارسی، مولانا علی نعمت عظیم آبادی، مولانا عبدالرحمن صاحب محدث مبارکپوری صاحب تحفۃ الاحوذی، مولانا عبدالسلام صاحب مبارکپوری صاحب سیرۃ البخاری، مولانا شاہ عین الحق پھلواروی، مولانا ابوالمکارم محمد علی، مولانا محمد احمد صاحب مئوی مرحوم صدر مدرس مدرسہ فیض عام مئو، مولانا ابوالنعمان عبدالرحمن آزاد مئوی، مولانا سید محمد داؤد غزنوی وغیرہم۔

عبدالرحمن مبارک پوری رحمانی،

۲۰۔ اکتوبر ۱۹۶۱ء

ماخوذ از رسالہ منطق، طبع اعظم گڑھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہٖ وافضل رسلہٖ محمد شفیع المذنبین خاتم النبیین وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ وذریاتہٖ واھل بیتہٖ اجمعین ط امّا بعد

یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں چند سوالات متعلقہ رکعاتِ تراویح کا جواب ہے۔ چونکہ موضوعِ رسالہ ہٰذا صرف رکعاتِ تراویح ہیں۔ یعنی اس میں صرف رکعاتِ تراویح کی تعداد سے بحث مقصود ہے لہٰذا اس کا نام "رکعاتُ التراویح" رکھا گیا۔ اور واضح ہو کر اس طبع بار چہارم میں بہت کچھ اضافے بھی کئے گئے ہیں اور آخر میں ایک ضمیمہ مشتمل بر چند سوالات وجوابات منسلک ہے جس سے اس بات کا بھی فیصلہ ہو سکتا ہے کہ تراویح فردِ تہجد ہے یا یہ دونوں متباین نمازیں ہیں۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علمائے دین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں ؟

۱- حدیث صحیح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کے رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے ؟

۲- کسی حدیث صحیح سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت تراویح پڑھنا ثابت ہے یا نہیں ؟

۳- حضرت عمرؓ نے جب تراویح کی جماعت قائم کی تھی تو امام کو کے رکعت تراویح پڑھنے کا حکم فرمایا تھا ؟

۴- صحیح سند سے خلفائے راشدین کا کے رکعت تراویح پڑھنا یا کے رکعت تراویح پڑھانے کا حکم فرمانا ثابت ہے ؟

۵- رکعات تراویح کے عدد میں فیما بین العلماء کیا کیا اختلافات ہیں، اور ان اختلافات میں دلیل کی رو سے مرجح کون قول ہے ؟

۶- ہر ایک سوال کا جواب بحوالۂ کتب محدثین اہلسنت ہونا چاہیئے۔

جواب ۱ : صحیح حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مع وتر گیارہ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنا ثابت نہیں۔ صحیح بخاری مطبوعہ مصر

ھ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ اللیل یعنی رات کی نماز جسے تہجد کہتے ہیں کبھی کبھی تیرہ رکعت پڑھا کرتے تھے جنہیں سے اول کی دو رکعتیں ہلکی پڑھتے تھے اسلئے

(باقی صفحہ آیندہ پر)

جلد ۱ صفحہ ۲۶۰، اور صحیح مسلم مطبوعہ دہلی جلد ۱ صفحہ ۲۵۴ میں ہے :-

عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سأل عائشۃ رضی اللہ عنہا کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہٖ علی احدی عشرۃ رکعۃ ۔ الحدیث

ترجمہ : ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن سے مروی ہے کہ انھوں نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیونکر تھی؟ عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں ۔

علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص ۶۲۸ میں بذیل شرح اس حدیث کے چند سوال مع جواب بغرض توضیح مطلب اس حدیث کے لکھے ہیں ۔ کچھ ان میں سے اسی غرض سے یہاں بھی منقول ہوتے ہیں

پہلا سوال : مذکورہ بالا حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب کو گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ ہی کی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کبھی وہ شمار میں آتی تھیں اور کبھی نہیں (صفحہ ۷ ملاحظہ ہو) اسی طرح اگر آپ نے تراویح بھی کہ وہ صلوٰۃ اللیل ہی ہے کبھی کبھی تیرہ رکعت پڑھی ہو اور اول کی دو رکعتوں کو ہلکی ہونے کی وجہ سے راوی نے شمار نہ کیا ہو تو اس تقدیر پر یہاں گیارہ رکعت سوا اول کی ہلکی دو رکعتوں کے علاوہ لمبی گیارہ رکعتیں مراد ہونگی ۔

رمضان مبارک کے آخر عشرہ میں جس قدر عبادت میں کوشش فرماتے تھے اور کسی مہینے میں اتنی کوشش نہیں فرماتے تھے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ کی صحیح حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جب عشرہ اخیرہ آتا تو آپ شب کو بیدار رہتے اور گھر کے لوگوں کو بھی جگاتے اور اپنی کمر عبادت کیلئے چست باندھتے اور عبادت میں بھی بہت کوشش فرماتے۔ ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ آخر عشرہ رمضان میں اپنی مستمر عادات کریمہ سے زیادہ عبادت کرتے تھے اس صورت میں مذکورہ بالا حدیث اور ان دونوں حدیثوں میں جو اختلاف ہے اسمیں وجہ تطبیق کیا ہے؟

جواب آپ آخر عشرہ رمضان میں صرف رکعتوں کو طول دیتے تھے یعنی لمبی لمبی رکعتیں پڑھتے تھے اور رکعتوں کی تعداد نہیں بڑھاتے تھے رکعتوں کی تعداد اسی قدر تھی جو حدیث صدر میں مذکور ہوئی یعنی گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔

دوسرا سوال: جس قدر رکعات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب کو پڑھتے تھے ان کی تعداد میں خود حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مختلف روایتیں آئی ہیں کسی میں گیارہ رکعت سے زائد نہیں پڑھتے تھے جیسا کہ حدیث صدر میں ہے۔ اور کسی میں ہے کہ تیرہ رکعت پڑھتے تھے، اور کسی میں ہے کہ کبھی سات پڑھتے تھے اور کبھی گیارہ پڑھتے تھے۔ اور کسی میں صرف نو ہی پڑھنا مذکور ہے۔ اس اختلاف کا کیا جواب ہے؟

جواب: جس روایت میں تیرہ رکعت پڑھنا آیا ہے اسمیں فجر کی سنت بھی

شامل ہے، اور جس میں سات اور نو کا ذکر ہے وہ کبر سنی کی حالت میں تھا عمدۃ القاری کی عبارت یہ ہے:-

(الاسئلۃ والاجوبۃ) منہا انہ ثبت فی الصحیح من حدیث عائشۃ رض انہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا دخل العشر الاواخر یجتہد فیہ ما لا یجتہد فی غیرہ وفی الصحیح ایضا من حدیثہا کان اذا دخل العشر احیی اللیل وایقظ اہلہ وجد وشد میزرہ وھذا یدل علی انہ کان یزید فی العشر الاواخر علی عادتہ فکیف یجمع بینہ وبین حدیث الباب؟ فالجواب ان الزیادۃ فی العشر الاخیر یحمل علی التطویل دون الزیادۃ فی العدد ومنہا ان الروایات اختلفت عن عائشۃ رضی اللہ عنہا فی عدد رکعات صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل ففی حدیث الباب احدی عشرۃ رکعۃ وفی روایۃ ھشام ابن عروۃ عن ابیہ کان یصلی من اللیل ثلٰث عشرۃ رکعۃ وفی روایۃ مسروق انہ سألہا عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت سبع وتسع واحدی عشرۃ سوی رکعتی الفجر وفی روایۃ ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ انہ کان یصلی باللیل تسع رکعات رواہ البخاری والنسائی وابن ماجۃ والجواب من عددھا

ثلث عشرۃ اراد برکعتی الفجر وصرح بذلک فی روایۃ القاسم عن عائشۃ رضی اللہ عنہا کانت صلوتہ باللیل عشرۃ رکعات ویوتر بسجدۃ ویرکع رکعتی الفجر فتلک ثلث عشرۃ رکعۃ واما روایۃ سبع وتسع فہی فی حالۃ کبرہ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اھ

اگرچہ علامہ عینی نے دوسرے سوال کے جواب میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گیارہ رکعت سے زیادہ پڑھنا تجویز نہیں کیا اور یہ فرمایا کہ جس روایت میں تیرہ رکعت کا پڑھنا آیا ہے اس میں فجر کی سنت بھی شامل ہے۔ لیکن حق یہ ہے کہ آپ نے کبھی کبھی سنت فجر کے علاوہ بھی تیرہ رکعتیں پڑھی ہیں چونکہ ان میں سے اول کی دو رکعتیں آپ ہلکی پڑھتے تھے اور عام طور پر بھی آپ نے فرما دیا ہے کہ اول کی دو رکعتیں ہلکی پڑھنی چاہیئے۔ لہذا کبھی ان دو رکعتوں کا شمار کیا گیا اور کبھی نہیں کیا گیا۔ جب شمار کیا گیا تو تیرہ ہو گئیں ورنہ گیارہ ہی رہیں

صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۶۱ میں ہے

عن زید بن خالد الجہنی انہ قال لارمقن صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللیلۃ فصلی[۵] رکعتین خفیفتین ثم صلی رکعتین طویلتین طویلتین طویلتین ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم صلی رکعتین وھما دون اللتین قبلھما ثم اوتر

---

۵ ترجمہ: زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں دیکھوں گا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو

(بقیہ صفحہ آئندہ پر)

فذلك ثلث عشرة ركعة - اھ

اور بھی اسی صفحہ میں ہے :-

عن[1] عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا قام من اللیل لیصلی افتتح صلوتہ برکعتین خفیفتین - اھ

اور بھی اسی صفحہ میں ہے :-

عن[2] ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قام احدکم من اللیل فلیفتتح صلوتہ برکعتین خفیفتین - اھ

اور بھی صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۱۳۶ ، اور صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۵۹ میں ہے :-

عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا اخبرتہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرج لیلۃ من جوف اللیل فصلی فی المسجد

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اس رات کو تو آپ نے پہلے ہلکی دو رکعتیں پڑھیں پھر بہت ہی لمبی دو رکعتیں پڑھیں پھر اس سے بھی کچھ کم لمبی دو رکعتیں پڑھیں ، پھر اس سے بھی کچھ کم لمبی دو رکعتیں پڑھیں پھر اس سے بھی کچھ کم لمبی دو رکعتیں پڑھیں ، پھر اس سے بھی کچھ کم لمبی دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھے - پھر یہ سب تیرہ رکعتیں ہوئیں -

[1] ترجمہ :- حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو نماز کیلئے اُٹھتے تو نماز کو ہلکی دو رکعتوں سے شروع فرماتے -

[2] ترجمہ :- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی رات کو تم میں سے اُٹھے تو اپنی نماز کو ہلکی دو رکعتوں سے شروع کرے -

وصلّٰی رجال بصلوتہ فاصبح الناس فتحدثوا فاجتمع اکثر منھم فصلوا معہ فاصبح الناس فتحدثوا فکثر اھل المسجد من اللیلۃ الثالثۃ فخرج رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فصلی فصلّوا بصلوتہ فلما کانت اللیلۃ الرابعۃ عجز المسجد عن اھلہٖ حتی خرج لصلاۃ الصبح فلما قضی الفجر اقبل علی الناس فتشھد ثم قال اما بعد فانہ لم یخف علیّ مکانکم ولکنی خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا عنھا فصلوا ایھا الناس فی بیوتکم وذلک فی رمضان۔ (صحیح بخاری ج ۱/ ۲۵۲ کتاب صلوٰۃ التراویح) فتوفی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والامر[1] علیٰ ذالک ثم کان الامر علی ذالک فی خلافۃ ابی بکر وصدرا من خلافۃ عمر رضی اللّٰہ عنھما۔ اھ

ترجمہ: عروہ بن زبیر سے عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں ایک رات مسجد میں نماز پڑھی اور کچھ لوگوں نے آپ کے ساتھ اقتدا کی۔ صبح کو انھوں نے اور لوگوں سے ذکر کیا دوسری رات کو کچھ لوگ زیادہ جمع ہوئے اس رات کو بھی آپ نے نماز پڑھی اور ان لوگوں نے آپ کے ساتھ اقتدا کی۔ دوسری صبح کو ان لوگوں نے اور بھی چرچا کیا۔ تیسری رات کو اور بھی زیادہ

---

[1] قولہ والامر علیٰ ذلک روایۃ الکشمیھنی وفی روایۃ غیرہ والناس علی ذلک ای علی ترک الجماعۃ فی التراویح۔

(عمدۃ القاری للعلامۃ العینی الحنفی من صفحۃ ۳۵۵ جلد ۵)

جمع ہوئے اس رات کو بھی آپ نے نماز پڑھی اور ان لوگوں نے آپ کے ساتھ اقتدا کی۔ چوتھی رات کو اس قدر لوگ جمع ہو گئے جن کی گنجائش مسجد میں نہیں رہی (اس رات کو آپ نے جماعت سے نماز نہیں پڑھی) یہاں تک کہ صبح کی نماز کے لئے آپ باہر تشریف لائے اور نماز صبح کے بعد تشہد پڑھ کر فرمایا! کہ تم لوگوں کا اس نماز کو جماعت سے پڑھنے کے شوق میں جمع ہونا معلوم ہے لیکن (میں نے جماعت سے اس لئے نہیں پڑھی کہ مجھ کو اس بات کا خوف ہوا کہ کہیں یہ نماز باجماعت تم پر فرض ہو جائے اور تم سے ادا نہ ہو سکے (غرض آپ نے اس نماز میں جماعت موقوف کر دی اور اصل نماز قائم رکھی اور فرمایا کہ تم لوگ اس نماز کو گھروں میں پڑھا کرو۔ پھر آپ کے عہد مبارک تک یہی حالت رہی کہ جماعت قائم نہیں ہوئی اور حضرت صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت اور حضرت فاروق اعظمؓ کے ابتدائے عہد خلافت تک بھی یہی حال رہا۔

اگرچہ اس حدیث میں اس بات کا بیان نہیں ہوا کہ راتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی رکعت نماز پڑھائی تھی۔ لیکن شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ فتح الباری شرح صحیح بخاری چھاپہ دہلی جلد ۱ صفحہ ۵۹۷ میں بذیل شرح اس حدیث کے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان سے بروایت جابرؓ نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر کے علاوہ آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔ فتح الباری کی عبارت یہ ہے :۔

ولم ار فی شیئ من طرقہ بیان عدد صلوتہ فی تلک

اللیالی لکن روی ابن خزیمۃ وابن حبان من حدیث جابر قال صلے بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر الحدیث ...

ترجمہ: میں نے حدیث مذکورہ بالا کی کسی سند میں یہ نہیں دیکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں کئی رکعتیں پڑھائی تھیں لیکن ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رض کی حدیث سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں وتر کے علاوہ آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔

فتح الباری کی اس عبارت میں جو جابر رض کی روایت صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان سے منقول ہے یہ روایت صحیح ہے یا حسن ہے ضعیف نہیں ہے اس لئے کہ حافظ ابن حجر نے مقدمہ فتح الباری چھاپہ دہلی صفحہ ۴ میں اس امر کی تصریح فرمادی ہے کہ ہم جو حدیث فتح الباری میں ذکر کریں گے اس شرط سے ذکر کریں گے کہ وہ حدیث یا تو صحیح ہو گی یا حسن ہو گی۔ مقدمہ فتح الباری صفحہ ۴ کی عبارت یہ ہے:۔

فاسوق ان شاء اللہ تعالے الباب وحدیثہ اولا ثم اذکر وجہ المناسبۃ بینہما ان کانت خفیۃ ثم استخرج ثانیا ما یتعلق بہ غرض صحیح فی ذلک الحدیث من الفوائد المتنیۃ والاسنادیۃ من تتمات وزیادات وکشف غامض وتصریح مدلس بسماع ومتابعۃ سامع من شیخ اختلط قبل ذلک منتزعا کل ذلک من امہات المسانید والجوامع والمستخرجات

والاجزاء والفوائد بشرط الصحة او الحسن فيما اوردہ
من ذلك ۔ اھ

اور علامہ جلال الدین سیوطی ؒ تدریب الراوی مطبوعہ مصر ص۱۰۸ میں فرماتے ہیں :۔

قیل وما ذکر من تساهل ابن حبان لیس بصحیح فان غایته
انه یسمی الحسن صحیحا فان کانت نسبته الی التساهل
باعتبار وجدان الحسن فی کتابه فهی مشاحة فی الاصطلاح
وان کانت باعتبار خفة شروطه فانه یخرج فی الصحیح
ما کان راویه ثقة غیر مدلس سمع من شیخه وسمع منه
الاخذ عنه ولا یکون هناك ارسال ولا انقطاع واذا
لم یکن فی الراوی جرح ولا تعدیل وکان کل من شیخه
والراوی عنه ثقة ولم یأت بحدیث منکر فهو عنده ثقة
(الی ان قال) فالحاصل ان ابن حبان وفی بالتزام شروطه
ولم یوف الحاکم ۔ اھ

اور ایسا ہی علامہ سخاوی ؒ نے بھی فتح المغیث مطبوعہ لکھنؤ ص۱۲ میں فرمایا ہے اور بھی اسی صفحہ میں ہے :۔

قال العماد بن کثیر وقد التزم ابن خزیمة وابن حبان
الصحة وهما خیر من المستدرك بکثیر وانظف اسانید
ومتونا ۔ اھ

علامہ عینی نے بھی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۳ ص۵۹۷ میں اس

حدیث کو صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان سے نقل فرمایا ہے۔ عمدۃ القاری کی عبارت یہ ہے :۔

فان قلت لم یبین فی الروایات المذکورۃ عدد الصلوۃ التی صلاھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی تلک اللیالی قلت روی ابن خزیمۃ وابن حبان من حدیث جابر رضی اللہ عنہ قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر۔ اھ

ترجمہ : اگر تو یہ سوال کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان راتوں میں جو نماز پڑھائی تھی اس کی تعداد روایات مذکورہ بالا میں بیان نہیں ہوئی ہے تو میں اس کے جواب میں یہ کہوں گا کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں وتر کے علاوہ آٹھ رکعتیں پڑھائی تھیں۔ علامہ زیلعی حنفی نے بھی نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ جلد ۱ صفحہ ۲۹۳ میں اس حدیث کو بحوالہ صحیح ابن حبان بایں عبارت نقل فرمایا ہے :۔

وعند ابن حبان فی صحیحہ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ انہ علیہ السلام قام بھم فی رمضان فصلی ثمان رکعات ثم اوتر۔ الحدیث

اور علامہ موصوف نے صفحہ ۲۷۶ میں یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ابن حبان میں کس جگہ پر واقع ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں :۔

رواہ فی النوع التاسع والستین من القسم الخامس۔ اھ

یعنی ابن حبان نے حدیث مذکورۂ بالا کو اپنی صحیح کی پانچویں قسم کی اُنہترویں نوع میں روایت کیا ہے۔ اور امام محمد بن نصر مروزی نے اپنی کتاب قیام اللیل صفحہ ۹۰[1] میں جابر کی اس حدیث کو اپنی سند سے اس طرح روایت کیا ہے :-

ثنا محمد بن حمید الرازی ثنا یعقوب بن عبد اللہ ثنا عیسی بن جاریۃ عن جابر رضی اللہ عنہ قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات والوتر، الحدیث

ترجمہ: ہم سے حدیث بیان کی محمد بن حمید رازی نے انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی یعقوب بن عبد اللہ نے انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی عیسی بن جاریہ نے انھوں نے روایت کی جابر رض سے کہ جابر رضی اللہ عنہ نے کہا نماز پڑھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں آٹھ رکعتیں علاوہ وتر۔

اگرچہ اس حدیث کے بعض رواۃ متکلم فیہ ہیں لیکن تاہم مذکورہ بالا حدیث کی تائید سے خالی نہیں۔ علامہ ذہبی رح نے بھی میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ میں اس حدیث کو اسی سند سے نقل فرمایا ہے جس سند سے امام محمد بن نصر

---

[1] اس کتاب کا ایک قلمی عتیق نسخہ جناب مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی ڈیانوی مؤلف غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد کے کتبخانہ میں موجود ہے۔ جواب ہذا میں اس کتاب کی عبارتیں اسی نسخہ سے منقول ہیں۔

نے روایت کیا ہے فرق دونوں میں صرف اسی قدر ہے کہ اس سند میں بجائے محمد بن حمید رازی کے جعفر بن حمید ہیں۔ اس کے بعد علامہ ذہبیؒ نے اس کی سند کی نسبت فرمایا ہے اسنادہ وسط یعنی اس حدیث کی سند اچھی ہے۔

میزان الاعتدال کی عبارت یہ ہے:-

جعفر بن حمید ثنا یعقوب القمی عن عیسے ابن جاریۃ عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ فی رمضان ثمان رکعات والوتر (الی ان قال) اسنادہ وسط - اھ

اور یہ حدیث معجم صغیر طبرانی مطبوعہ دہلی ص۱۰۸ میں بھی مروی ہے اس میں طبرانی کے شیخ عثمان بن عبید اللہ الطلحی الکوفی ہیں باقی سند وہی ہے جو میزان الاعتدال میں ہے۔ معجم صغیر طبرانی کی عبارت یہ ہے:-

ثنا عثمان بن عبید اللہ الطلحی الکوفی ثنا جعفر بن حمید ثنا یعقوب بن عبد اللہ القمی عن عیسی بن جاریۃ عن جابر بن عبد اللہ قال صلی بنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی شھر رمضان ثمان رکعات واوتر (الی ان قال) تفرد بہ یعقوب وھو ثقۃ

اور علامہ شوکانیؒ کتاب نیل الاوطار شرح منتقی الاخبار مطبوعہ مصر جلد ۲، ص۲۹۹ میں فرماتے ہیں:-

واما العدد الثابت عنہ صلی اللہ علیہ وسلم فی صلوتہ فی رمضان فاخرج البخاری وغیرہ عن عائشۃ انھا قالت

ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یزید فی رمضان ولا فی
غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ واخرج ابن حبان فی صحیحہ
من حدیث جابر انہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی بہم ثمان رکعات
ثم اوتر۔ اھ

ترجمہ: ان رکعات کی تعداد جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی نماز میں ثابت ہے اس کو امام بخاری وغیرہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں۔ اور ابن حبان نے اپنی صحیح میں جابرؓ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مع وتر گیارہ رکعتیں پڑھائی تھیں۔ اور امام محمد بن نصر مروزی کی کتاب قیام اللیل صفحہ ۱۹۰ میں ہے۔

وبہ عن جابرؓ جاء ابی بن کعب فی رمضان فقال
یارسول اللہ کان منی اللیلۃ شیء قال وما ذاک یا ابی
قال نسوۃ داری قلن انا لا نقرء القرآن فنصلی خلفک
بصلاتک فصلیت بھن ثمان رکعات والوتر فسکت
عنہ وکان شبہ الرضا

ترجمہ: بسند مذکور بالا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابی بن کعب رمضان میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! رات کو ایک بات ہو گئی ہے، آپ نے فرمایا کون سی بات ہو گئی ہے اے ابی؟ ابی نے عرض کیا میرے گھرانے کی عورتوں نے کہا کہ ہم لوگ قرآن نہیں پڑھتے ہیں پس

ہم لوگ تمہارے پیچھے نماز پڑھیں گے اور تمہاری اقتدا کریں گے تو میں نے ان کو آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھا دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر سکوت کیا اور گویا اس بات کو پسند فرمایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جواب نمبر ۲: کسی صحیح حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیس رکعت پڑھنا ثابت نہیں ہے منؔ ادعی فعلیہ البیان اور جو ابن ابی شیبہ اور طبرانی اور بیہقی اور ابن عدی اور بغوی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ :۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر۔ اھ

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ علاوہ بریں یہ حدیث اس صحیح حدیث کے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے صحیحین میں مروی ہے مخالف بھی ہے اور علامہ حافظ ابن حجر التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر چھاپہ دہلی صفحہ ۱۱۹ میں فرماتے ہیں :۔

ذکر العشرین ورد فی حدیث آخر رواہ البیھقی عن ابن عباس ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی شہر رمضان فی غیر جماعۃ عشرین رکعۃ والوتر قال البیھقی تفرد بہ ابو شیبۃ ابراھیم بن عثمان وھو ضعیف۔ اھ

ترجمہ: بیس رکعت کا ذکر ایک اور حدیث میں وارد ہوا ہے جس کو بیہقی نے ابن عباس کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان

؎ یعنی بار ثبوت بذمہ مدعی۔

میں غیر جماعت میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ بیہقی نے کہا کہ اس حدیث کو صرف ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان نے روایت کیا ہے اور وہ ضعیف ہے۔
علامہ حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری چھاپہ دہلی جلد ۲ صفحہ ۲۱۷ میں فرماتے ہیں :۔

واما ما رواہ ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر فاسنادہ ضعیف وقد عارضہ حدیث عائشۃ الذی فی الصحیحین۔

ترجمہ : اور جو ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ اولاً اس کی سند ضعیف ہے، ثانیاً عائشہ صدیقہ کی اس صحیح حدیث کے مخالف ہے جو صحیحین میں ان سے مروی ہے۔ اور علامہ ابن ہمام حنفی فتح القدیر شرح ہدایہ چھاپہ نول کشور جلد ۱ صفحہ ۲۰۵ میں فرماتے ہیں :۔

واما ماروی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی وعنہ البیہقی من حدیث ابن عباس انہ علیہ الصلوۃ والسلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی وتر فضعیف بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبۃ متفق علی ضعفہ مع مخالفتہ الصحیح ۔ اھ

ف یہ حدیث جواب نمبر ا میں مذکور ہو چکی ہے۔

ترجمہ : اور جو ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی اور بیہقی نے ابن عباس کی حدیث سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت وتر کے سوا پڑھتے تھے۔ ضعیف ہے۔ کیونکہ اس کا راوی ابو شیبہ ابراہیم ابن عثمان جو امام ابو بکر بن ابی شیبہ کا دادا ہے باتفاق ائمہ حدیث ضعیف ہے علاوہ بریں یہ حدیث صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے۔ اور علامہ زیلعی حنفی نصب الرایہ جلد ۲ ص۱۵۳ میں فرماتے ہیں :-

روی ابن ابی شیبۃ فی مصنفہ والطبرانی وعنہ البیھقی من حدیث ابراھیم بن عثمان ابی شیبۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر (الی قولہ) وھو معلول بابی شیبۃ ابراھیم بن عثمان جد الامام ابی بکر بن ابی شیبۃ وھو متفق علی ضعفہ ولیّنہ ابن عدی فی الکامل ثم انہ مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن انہ سأل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان قالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ ۔ الحدیث

ترجمہ : ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور طبرانی اور بیہقی نے ابراہیم بن عثمان

ؔ مصنف، کتاب کا نام ہے ۔ (جسکو ادارۃ الدار السلفیہ نے تصحیح و تعلیق کے ساتھ پندرہ جلدوں میں شائع کیا ہے)

ابو شیبہ کی حدیث سے عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت وتر کے علاوہ پڑھتے تھے۔ یہ حدیث معلول ہے۔ (معلول ضعیف حدیث کی ایک قسم ہے) اس لئے کہ اس کا راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان جو امام ابو بکر ابن ابی شیبہ کا دادا ہے باتفاق ائمہ حدیث ضعیف ہے۔ اور ابن عدی نے کامل[1] میں اس کو لین یعنی ضعیف کہا ہے۔ علاوہ بریں یہ اس صحیح[2] حدیث کے مخالف بھی ہے جس کو ابو سلمہ بن عبد الرحمٰن نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیونکر تھی؟ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ آپ گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے نہ رمضان میں نہ غیر رمضان میں۔ اور علامہ عینی حنفی ؒ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۲ صفحہ ۳۵۸ و صفحہ ۳۵۹ میں فرماتے ہیں:۔

فان قلت روی ابن ابی شیبۃ من حدیث ابن عباس کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر قلت ھذا الحدیث رواہ ایضا ابو القاسم البغوی فی معجم الصحابۃ قال حدثنا منصور بن ابی مزاحم حدثنا ابو شیبۃ عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس الحدیث وابو شیبۃ ھو ابراھیم بن عثمان العبسی الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن ابی شیبۃ کذبہ شعبۃ و ضعفہ احمد وابن معین والبخاری والنسائیؒ وغیرھم

---

[1] کامل کتاب کا نام ہے۔ [2] نمبر ۱ میں گزر چکی ہے۔

واورد له ابن عدى هذا الحديث فے الكامل فى مناكيره۔ اھ

ترجمہ: اگر تو یہ سوال کرے کہ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔ تو میں اس کے جواب میں کہوں گا کہ اس حدیث کو ابوالقاسم بغوی نے بھی معجم الصحابہ میں روایت کیا ہے، کہا ہے کہ ہم سے حدیث بیان کی منصور ابن ابی مزاحم نے، انھوں نے کہا ہم سے حدیث بیان کی ابوشیبہ نے عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس وہی حدیث جو اس سوال میں مذکور ہو چکی یہ ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی کوفی شہر واسط کا قاضی ابوبکر بن ابی شیبہ کا دادا ہے۔ شعبہ نے اس کو جھوٹا کہاہے اور امام احمد بن حنبل رح اور یحییٰ بن معین اور امام بخاری رح اور نسائی رح وغیرہم نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ اور ابن عدی نے کامل میں اس حدیث کو ابوشیبہ کی منکر حدیثوں میں درج کیا ہے اور علامہ حافظ ابن حجر رح تقریب التہذیب چھاپہ دہلی ص۱۴ میں فرماتے ہیں:۔

ابراهيم بن عثمان العبسى بالموحدة ابوشيبة الكوفى قاضى واسط مشهور بكنيته متروك الحديث من السابعة مات سنة تسع وستين اھ

ترجمہ: ابراہیم بن عثمان عبسی ابوشیبہ کوفی جو شہر واسط کا قاضی اور اپنی کنیت (ابوشیبہ) کے ساتھ مشہور ہے متروک الحدیث ہے ساتویں طبقہ سے ۱۶۹ھ میں مرا ہے۔ اور علامہ حافظ صفی الدین احمد بن عبداللہ خزرجی انصاری رح خلاصۂ تذہیب تہذیب الکمال فی اسماء الرجال چھاپہ مصر ص۲۰ میں فرماتے ہیں۔

ابراهيم بن عثمان العبسی بموحدة ابو شيبة الكوفی قاضی واسط عن خاله الحكم بن عتيبة و ابی اسحٰق و جماعة وعنه كاتبه يزيد بن هرون ووصفه بالعدل فی القضاء ضعفه ابن معين و ابوداؤد وقال النسائی متروك الحديث الخ

ترجمہ: ابراہیم بن عثمان عبسی ابو شیبہ کوفی جو شہر واسط کا قاضی ہے، اپنے ماموں حکم بن عتیبہ اور ابو اسحٰق اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے اور اس کا کاتب یزید بن ہارون روایت کرتا ہے کہ یہ فیصلجات میں انصاف کرتا تھا۔ یحییٰ بن معین اور ابوداؤد نے اس کو ضعیف اور نسائی نے متروک الحدیث کہا ہے۔ اور علامہ حافظ ابن حجر تقریب التہذیب ص۳ میں فرماتے ہیں۔ متروک الحدیث وہ راوی ہے جس کی قطعاً کسی نے توثیق نہیں کی۔ یعنی ثقہ نہیں اور باوجود اس کے وہ ایسی جرح سے ضعیف ٹھہرایا گیا ہے جو اس کے ثقہ ہونے میں قادح ہے۔ تقریب التہذیب کی عبارت یہ ہے:۔

العاشرة من لم يوثق البتة وضعف مع ذٰلك بقادح واليه الاشارة بمتروك او متروك الحديث او واهی الحديث او ساقط اھ

اور امام ذہبی میزان الاعتدال فی اسماء الرجال جلد ۱ ص۲۱ میں فرماتے ہیں۔

ابراهيم بن عثمان ابو شيبة العبسی الكوفی قاضی واسط

وجد ابی بکر بن ابی شیبة یروی عن اخ امه الحکم بن عتیبة
وغیره کذبه شعبة لکونه روی عن الحکم عن ابن ابی لیلیٰ انه
قال شهد صفین من اهل بدر سبعون فقال شعبة کذب
والله لقد ذاکرت الحکم فما وجدنا شهد صفین احدا
من اهل بدر غیر خزیمة قلت سبحان الله اما شهدها
علیؓ اما شهدها عمار روی عثمان الدارمی عن ابن معین
لیس بثقة وقال احمد ضعیف وقال البخاری سکتوا عنه
وقال النسائی متروك الحدیث ومن مناکیر ابی شیبة ماروی
البغوی نا منصور ابن ابی مزاحم نا ابوشیبة عن الحکم
عن مقسم عن ابن عباس کان رسول الله صلی الله علیه وسلم
یصلی فی شهر رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر
وقد ورد له عن الحکم احادیث وقد قال عبد الرحمن
ابن معاویة العتبی[1] سمعت عمرو بن خالد الحرانی یقول
سمعت اباشیبة یقول ما سمعت من الحکم الا حدیثا
واحدا الخ

ترجمہ: ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ عبسی کوفی جو شہر واسط کا قاضی اور ابو بکر بن ابی شیبہ کا دادا ہے اپنے ماموں حکم بن عتیبہ وغیرہ سے روایت کرتا ہے شعبہ نے

[1] لعل الصواب التجیبی فانی لم اجد احدا ممن اسمه عبد الرحمن بن معاویة نسبته العتبی -

اس کو اس وجہ سے جھوٹا کہا ہے کہ اس نے حکم سے روایت کی کہ ابن ابی لیلےٰ نے کہا کہ صفین میں ستر اہل بدر صحابی حاضر تھے۔ شعبہ نے کہا واللہ ابو شیبہ نے یہ بات جھوٹ کہی۔ میں نے تو خود حکم سے مذاکرہ کیا تو سوائے خزیمہ کے اور کسی کو اہل بدر میں سے نہیں پایا جو صفین میں حاضر ہوا ہو۔ میں کہتا ہوں سبحان اللہ کیا صفین میں علی حاضر نہ تھے، کیا صفین میں عمار حاضر نہ تھے۔ عثمان دارمی نے یحییٰ بن معین سے روایت کی کہ ابو شیبہ ثقہ نہیں ہے اور امام احمد بن حنبلؒ نے کہا کہ ضعیف ہے اور امام بخاری نے کہا کہ سکتوا عنہ[1] اور نسائی نے کہا کہ متروک الحدیث ہے۔ اور ابو شیبہ کے مناکیر میں سے ایک وہ حدیث ہے جو بغوی نے روایت کی۔ کہا ہم کو خبر دی منصور بن ابی مزاحم نے انھوں نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابو شیبہ نے عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رمضان میں غیر جماعت میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے اور ابو شیبہ نے حکم سے چند حدیثیں اور بھی روایت کی ہیں حالانکہ عبدالرحمٰن ابن معاویہ عتبی نے کہا کہ میں نے عمرو بن خالد حرانی سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے ابو شیبہ سے سنا وہ خود کہتا تھا کہ میں نے حکم سے صرف ایک ہی حدیث سنی ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی تدریب الراوی شرح تقریب النواوی چھاپہ مصر ص۱۲۷ میں فرماتے ہیں :-

البخاری یطلق فیہ نظر او سکتوا عنہ فیمن ترکوا حدیثہ اھ

ترجمہ:- امام بخاری رح لفظ فیہ نظر اور لفظ سکتوا عنہ اس راوی کے حق

---

[1] سکتوا عنہ کا مطلب آگے کے قول میں مذکور ہے۔

میں استعمال کرتے ہیں جو متروک الحدیث ہوتا ہے۔ یعنی لفظ فیہ نظر اور سکتوا عنہ اور متروک الحدیث یہ تینوں الفاظ امام بخاریؒ کے نزدیک ایک ہی معنی میں مستعمل ہیں اور متروک الحدیث کے معنی تقریب التہذیب سے اوپر بیان ہو چکے ہیں۔ اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی رسالہ الرفع والتکمیل مطبوعہ لکھنو صٓ میں فرماتے ہیں :-

قال العراقی فی شرح الفیۃ فیہ نظر وفلان سکتوا عنہ ھاتان العبارتان یقولھما البخاری فیمن ترکوا حدیثہ اھ

ترجمہ : حافظ عراقی نے اپنی کتاب الفیۃ الحدیث کی شرح میں فرمایا کہ یہ دو لفظ فیہ نظر اور فلان سکتوا عنہ امام بخاری اس راوی کے حق میں استعمال کرتے ہیں جو متروک الحدیث ہوتا ہے۔ واللہ تعالےٰ اعلم بالصواب ۔

جواب نمبر ۳ : حضرت عمرؓ نے جب تراویح کی جماعت قائم کی تھی تو امام کو مع وتر گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم فرمایا تھا۔ موطا امام مالکؒ مطبوعہ دہلی صٓ میں ہے

عن السائب بن یزید انہ قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ الحدیث

ترجمہ ، سائب بن یزید نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھایا کریں۔ اور امام محمد بن نصر مروزی کی کتاب قیام اللیل صا۱۹ میں ہے :-

عن السائب بن یزید امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ وفی روایۃ کنا نصلی فی زمن عمر بن الخطاب فی رمضان ثلث عشرۃ رکعۃ الحدیث

ترجمہ: سائب بن یزید سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم کیا کہ گیارہ رکعت پڑھایا کریں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم لوگ عمر بن خطاب رضی کے زمانے میں رمضان میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ ان دونوں روایتوں میں مخالفت نہیں ہے اس لئے کہ آخر الذکر روایت میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ جو لوگ تیرہ رکعت پڑھتے تھے ہو سکتا ہے کہ جب حضرت عمر رضی نے تراویح کی جماعت قائم کی تو امام کو گیارہ ہی رکعت پڑھانے کا حکم کیا لیکن بعض لوگ تنہا دو رکعت بھی پڑھ لیا کرتے تھے۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی تیرہ رکعتیں پڑھ لیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ آپ اول کی دو رکعتیں ہلکی پڑھتے تھے کبھی ان کا شمار کیا جاتا تھا اور کبھی نہیں۔ جب شمار کیا جاتا تو تیرہ ہو جاتیں ورنہ گیارہ رہتیں جیسا کہ جواب نمبر ا میں گزر چکا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے کہ حضرت عمر رضی کے عہد میں بھی لوگ تیرہ رکعتیں پڑھتے رہے ہوں اور اول کی دو رکعتوں کے ہلکی ہونے کی وجہ سے سائب بن یزید کبھی ان کا شمار کرتے اور تیرہ روایت کرتے ہوں اور کبھی شمار نہیں کرتے اور گیارہ روایت کرتے ہوں۔

اور امام بیہقی کتاب معرفۃ السنن والآثار جلد اول ص ۴۴۲ میں فرماتے ہیں:۔

ع یہ حاشیہ نمبر ۲ صفحہ ملاحظہ فرمائیں

قال الشافعی اخبرنا مالک عن محمد بن یوسف عن السائب

ابن یزید قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب و تمیم الداری

ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ الحدیث

ترجمہ: امام شافعی نے فرمایا ہم کو امام مالک نے خبر دی انھوں نے محمد بن یوسف سے روایت کی انھوں نے سائب بن یزید سے کہ سائب بن یزید نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو حکم دیا کہ گیارہ رکعت لوگوں کو پڑھا کریں۔ اور علامہ جلال الدین سیوطی رسالہ المصابیح فی صلوٰۃ التراویح مطبوعہ لاہور ص۱۹ میں فرماتے ہیں کہ سنن سعید بن منصور میں ہے:-

حدثنا عبد العزیز بن محمد حدثنی محمد بن یوسف

سمعت السائب بن یزید یقول کنا نقوم فی زمان عمر

ابن الخطاب باحدی عشرۃ رکعۃ الحدیث

ترجمہ: ہم کو عبد العزیز بن محمد نے خبر دی انھوں نے کہا مجھ کو محمد بن یوسف نے خبر دی انھوں نے کہا میں نے سائب بن یزید سے سنا وہ فرماتے تھے، ہم لوگ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اور علامہ ممدوح ص۲۰ میں اس روایت کی نسبت فرماتے ہیں:-

سندہ فی غایۃ الصحۃ یعنی اس روایت کی سند نہایت صحیح ہے

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) ؎ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ جناب مولانا ابو الطیب محمد شمس الحق صاحب عظیم آبادی ڈیانوی مؤلف غایۃ المقصود شرح سنن ابی داؤد کے کتب خانہ میں موجود ہے۔ اس کتاب کی عبارت رسالہ ہذا میں اسی نسخہ سے منقول ہے

سائب بن یزید سے اس کے خلاف میں بھی کچھ روایتیں آئی ہیں لیکن وہ روایتیں اس روایت کے ہم پلہ نہیں ہیں۔ قیام اللیل ص۱۹۲ میں ہے:۔

قال ابن اسحٰق وما سمعت فی ذٰلك حدیثا هو اثبت عندی ولا احری بان یکون کان من حدیث السائب وذٰلك ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کانت له من اللیل ثلث عشرة رکعة

ترجمہ: ابن اسحٰق نے کہا کہ میں نے اس باب میں ایسی کوئی حدیث جو میرے نزدیک اس حدیث سے زیادہ ثابت اور سائب بن یزید کی حدیث ہونے کی زیادہ سزاوار ہو، نہیں سنی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز بھی تیرہ ہی رکعت تھی۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۵ ص۳۵۷ میں ہے:۔

وهو اختیار مالك لنفسه واختاره ابو بکر بن العربی

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے لئے گیارہ ہی رکعت پسند کی ہے۔ اور ابو بکر بن عربی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور عمدۃ القاری کی جلد و صفحہ مذکور میں قیام اللیل سے منقول ہے:۔

عن السائب بن یزید قال کنا نصلی فی زمان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه فی رمضان ثلث عشرة رکعة۔

ترجمہ: سائب بن یزید سے روایت ہے کہ ہم لوگ عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں رمضان میں تیرہ رکعت پڑھتے تھے۔ اور علامہ جلال الدین سیوطی رسالہ المصابیح

فی صلوۃ التراویح صنہ۲ میں فرماتے ہیں :۔

قال ابن الجوزی من اصحابنا عن مالک انہ قال الذی جمع علیہ الناس عمر بن الخطاب احب الیّ وھو احدی عشرۃ رکعۃ وھی صلوۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیل لہ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر قال نعم وثلث عشرۃ قریب قال ولا ادری من این احدث ھذا الرکوع الکثیر اھ

ترجمہ : ہمارے اصحاب میں سے ابن جوزی نے کہا امام مالکؒ نے فرمایا جتنی رکعتوں پر حضرت عمرؓ نے لوگوں کو جمع کیا تھا وہ مجھ کو زیادہ پیاری ہیں اور وہ گیارہ رکعتیں ہیں اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔ ان سے پوچھا گیا، کیا گیارہ رکعت مع وتر؟ کہا ہاں۔ اور تیرہ رکعت قریب ہے اور کہا میں نہیں جانتا کہ یہ سب سارے رکوع کہاں سے ایجاد کیئے گئے ہیں۔ اور جو موطاً امام مالک صنہ۴۰ میں یزید بن رومان سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ :۔

کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلث وعشرین رکعۃ

یعنی لوگ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ماہ رمضان میں مع وتر تیئیس رکعت پڑھتے تھے۔ اس کا جواب اولاً یہ ہے کہ یہ روایت سنداً صحیح نہیں ہے بلکہ منقطع السند ہے اس لئے کہ یزید بن رومان جو اس حدیث کے راوی ہیں انھوں نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا ہے حضرت عمرؓ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ پس یہ روایت بوجہ انقطاع کے متصل السند اور صحیح نہیں ہے۔ علامہ زیلعی حنفی نصب الرایہ جلد۱

صہ۲۹۴ میں فرماتے ہیں :-

ویزید بن رومان لم یدرك عمر اھ

یعنی یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ اور علامہ عینی حنفیؒ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۱۲ صہ۸۰ میں فرماتے ہیں :-

ویزید لم یدرك عمر ففیہ انقطاع اھ

یعنی یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا ہے پس اس کی سند منقطع ہے اور جلد ۵ صہ۳۵۷ میں فرماتے ہیں :-

رواہ مالك فی الموطأ باسناد منقطع اھ

یعنی امام مالکؒ نے اس کو مؤطا میں منقطع سند سے روایت کیا ہے۔ اور اس کا جواب ثانیاً یہ ہے کہ اس روایت میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ جو لوگ تیئس رکعت پڑھتے تھے وہ بحکم حضرت عمر پڑھتے تھے۔ یہی جواب اس روایت کا بھی ہے جس کو علامہ زیلعی حنفی نے نصب الرایہ جلد ۱ صہ۱۹۴ میں بیہقی سے نقل فرمایا ہے اور امام نووی سے اس کا صحیح الاسناد ہونا نقل کیا ہے کہ سائب بن یزید نے کہا کہ :-

کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر اھ

یعنی ہم لوگ حضرت عمرؓ کے زمانے میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے کیونکہ اس روایت میں بھی اس امر کی تصریح نہیں کہ جو لوگ بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے وہ حضرت عمرؓ کے حکم سے پڑھتے تھے۔ اور یہی جواب اس روایت کا بھی ہے جس کو علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری جلد ۲ صہ۳۰۰ میں بیہقی سے نقل فرمایا ہے

اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے کہ سائب بن یزید نے کہا کہ :-

کانوا یقومون علی عہد عمر رضی اللہ عنہ بعشرین رکعۃ

وعلی عہد عثمان وعلی رضی اللہ عنہما مثلہ اھ

یعنی لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں بیس رکعت پڑھتے تھے اور ایسا ہی حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے عہد میں۔ کیونکہ اس روایت میں بھی اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ جو لوگ بیس رکعت پڑھتے تھے وہ لوگ حضرت عمرؓ کے حکم سے پڑھتے تھے۔ یا حضرت عثمان یا حضرت علی رضی اللہ عنہما کے حکم سے پڑھتے تھے۔ اور جو مصنف ابن ابی شیبۃ ص۲۰۶ میں ہے :-

حدثنا وکیع عن مالک بن انس عن یحییٰ بن سعید ان

عمر بن الخطاب امر رجلا ان یصلی بھم عشرین رکعۃ

یعنی وکیع نے ہم کو خبر دی انھوں نے امام مالک سے روایت کی کہ انھوں نے یحییٰ بن سعید سے کہ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی بسند صحیح نہیں ہے بلکہ منقطع السند ہے اس لئے کہ امام مالکؒ کے شیخ یحییٰ بن سعید انصاری مدنی نے جو اس اثر کے راوی ہیں ، انھوں نے بھی حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ حضرت عمرؓ تو ۲۳ھ میں شہید ہو چکے تھے اور یحییٰ بن سعید طبقہ خامسہ سے ہیں جو تابعین کا طبقہ صغریٰ ہے جس نے صرف ایک دو صحابی کو دیکھا ہے اور یہ ۱۴۳ھ یا اس کے بعد مرے ہیں پھر ان کو حضرت عمر کا زمانہ پانے کی کیا صورت ہے۔ پس یہ روایت بوجہ

منقطع السند ہونے کے صحیح نہیں ہے۔ تقریب التہذیب ص۱۸۹ میں ہے:

عمر بن الخطاب امیر المؤمنین استشهد فی ذی الحجۃ سنۃ ثلث وعشرین انتہی ملتقطا۔

ترجمہ: امیر المومنین حضرت عمرؓ ماہ ذی الحجہ ۲۳ھ میں شہید ہوئے اور ص۲۷۵ میں ہے:۔

یحییٰ بن سعید الانصاری المدنی من الخامسۃ مات سنۃ اربع واربعین ومائۃ او بعدھا انتہی ملتقطا۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید انصاری مدنی طبقہ خامسہ سے ہیں ۱۴۴ھ میں یا اسکے بعد مرے ہیں۔ اور ص۳ میں ہے:۔

الخامسۃ الطبقۃ الصغری منھم الذین رأوا الواحد والاثنین اھ

ترجمہ: پانچواں طبقہ تابعین کا طبقہ صغریٰ ہے جس نے ایک دو صحابی کو دیکھا ہے۔ اور تذکرۃ الحفاظ میں حافظ ذہبی رح فرماتے ہیں:۔

یحییٰ بن سعید الانصاری قاضی المدینۃ مات سنۃ ثلث واربعین ومائۃ انتہی ملتقطا۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید انصاری جو مدینہ طیبہ کے قاضی ہیں ۱۴۳ھ میں مرے ہیں۔ اور خلاصہ ص۲۸۲ میں ہے:۔

عمر بن الخطاب احد فقہاء الصحابۃ ثانی الخلفاء الراشدین واحد العشرۃ المشہود لھم بالجنۃ استشھد فی اخر

سنۃ ثلث وعشرین انتھیٰ ملتقطا

ترجمہ: حضرت عمرؓ مجتہدین صحابہ میں سے ایک مجتہد ہیں اور خلفاء راشدین میں سے خلیفہ دوم ہیں اور ان دس صحابہ میں سے جن کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی ہے ایک صحابی ہیں ۲۳ھ کے اخیر میں شہید ہوئے ہیں۔ اور ص۴۲۴ میں ہے:۔

یحییٰ بن سعید الانصاری قاضی المدینۃ قال القطان

مات سنۃ ثلث واربعین ومائۃ انتھیٰ ملتقطا

ترجمہ: یحییٰ بن سعید انصاری جو مدینہ طیبہ کے قاضی ہیں۔ بقول یحییٰ بن سعید قطان ۱۴۳ھ میں مرے۔ اور فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر جلد ۱ ص۶ میں ہے:۔

یحییٰ بن سعید الانصاری من صغار التابعین انتھیٰ ملتقطا۔

ترجمہ: یحییٰ بن سعید انصاری صغار تابعین سے ہیں۔ الحاصل جب حضرت عمرؓ نے تراویح کی جماعت قائم کی تھی تو صحیح سند سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ امام کو گیارہ ہی رکعت پڑھانے کا حکم کیا تھا۔ اور جو روایتیں اسکے خلاف میں آئی ہیں وہ یا تو صحیح الاسناد نہیں ہیں یا ان میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیس رکعت پڑھانے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اور جو بعض لوگوں نے گیارہ اور بیس میں یوں تطبیق دی ہے کہ پہلے حضرت عمرؓ کے حکم سے گیارہ ہی رکعت پڑھی جاتی تھی بعد کو حضرت عمرؓ نے بیس کا

حکم صادر فرمایا تب سے بیس رکعت پڑھی جانے لگی۔

اس تطبیق پر دو وجہ سے بحث ہے۔ اولاً یہ کہ اس تطبیق کی یہاں ضرورت ہی نہیں اس لئے کہ تطبیق کی ضرورت تو جب ہو کہ گیارہ اور بیس دونوں کا حکم دینا حضرت عمرؓ سے بسند صحیح ثابت بھی ہو۔ حالانکہ گیارہ کا حکم دینا تو صراحۃً حضرت عمرؓ سے بسند صحیح ہے بلکہ نہایت صحیح سند سے ثابت ہے۔ اور بیس کا حکم دینا حضرت عمرؓ سے صراحۃً کسی صحیح سند سے ثابت ہی نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔ ثانیاً یہ کہ اگر بالفرض دونوں کا ثبوت ان سے بھی لیا جائے تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ گیارہ کا حکم پہلے ہے اور بیس کا پیچھے۔ کیوں نہیں جائز ہے کہ بیس ہی کا حکم پہلے ہوا اور گیارہ کا حکم پیچھے۔

جواب نمبر ۲: صحیح سند سے خلفائے راشدین میں سے سوائے حضرت عمرؓ کے اور کسی سے کچھ ثابت نہیں ہے کہ وہ حضرات تراویح کی ۲۰ رکعت پڑھتے تھے یا کی ۲۰ رکعت پڑھانے کا حکم فرماتے تھے۔ ومن ادعیٰ فعلیہ البیان۔ ہاں حضرت عمرؓ سے البتہ بسند صحیح ثابت ہے کہ آپ اماموں کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم فرماتے تھے (جواب ۲۲ ملاحظہ ہو) اور جب آپؓ اوروں کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم فرماتے تھے تو ظاہر یہی ہے کہ خود بھی ایسا ہی کرتے رہے ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

اور علامہ حافظ ابن حجرؒ درایہ تخریج ھدایہ چھاپہ دہلی صفحہ ۱۲۳ میں صاحب ہدایہ کے اس قول واظب علیہ الخلفاء الراشدون رضی اللہ عنھم کی تخریج میں فرماتے ہیں لم اجدہ یعنی صاحب ہدایہ نے جو کہا ہے کہ

خلفائے راشدین نے تراویح پر مواظبت فرمائی ہے، میں نے اس کا کہیں ثبوت نہیں پایا۔ اور علامہ زیلعی حنفی جنھوں نے اپنی کتاب نصب الرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں صاحب ہدایہ کے حوالہ کا پتہ بتا دینا اپنے ذمہ لیا ہے وہ بھی صاحب ہدایہ کے اس حوالہ کا کچھ پتہ نہ دے سکے اور اس حوالہ کو یوں ہی لاپتہ چھوڑ دینے پر قناعت کر لی اور جب نفس تراویح پر خلفائے راشدین کی مواظبت کا پتہ نہیں چلتا تو بیس رکعت تراویح پر مواظبت کا پتہ چلنا نہایت مشکل ہے۔ اور علامہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری جلد ۲ صـ۳۱۶ میں فرماتے ہیں:۔

قوله فخرج ليلة والناس يصلون بصلوة قارئهم اى امامهم المذكور وفيه اشعار بان عمر كان لا يواظب على الصلوة معهم وكانه كان يرى ان الصلوة فى بيته ولا سيما فى آخر الليل افضل. وقد روى محمد بن نصر فى قيام الليل من طريق طاؤس عن ابن عباس قال كنت عند عمر فى المسجد فسمع هيعة الناس فقال ما هذا قيل خرجوا من المسجد وذلك فى رمضان فقال ما بقى من الليل احب الى مما مضى. ومن طريق عكرمة عن ابن عباس نحوه من قوله اھ

ترجمہ: راوی (عبدالرحمٰن بن عبد) کے اس قول (کہ حضرت عمرؓ دوسری رات نکلے رمضان میں اور لوگ اپنے امام کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے) سے

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس نماز کے باجماعت پڑھنے پر مواظبت نہیں فرماتے تھے اور شاید ان کا یہ مذہب تھا کہ اس نماز کو گھر میں خصوصاً آخر شب میں پڑھنا افضل ہے۔ اور محمد بن نصر نے اپنی کتاب قیام اللیل میں طاؤس کی سند سے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابن عباس رضی نے فرمایا کہ میں ماہ مبارک رمضان میں حضرت عمرؓ کے پاس مسجد میں تھا۔ لوگوں کا شور سن کر فرمایا کہ یہ کیسا شور ہے؟ عرض کیا گیا کہ لوگ مسجد سے نماز پڑھ کر نکلے ہیں۔ تو فرمایا کہ میرے نزدیک رات کا باقی حصہ رات کے گزشتہ حصہ سے بہتر ہے۔ اور محمد بن نصر نے عکرمہ کی سند سے بھی ابن عباسؓ سے اسی طرح کا مضمون روایت کیا ہے کہ ابن عباس رضی نے فرمایا۔ اور علامہ عینی حنفی عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۵۶ میں فرماتے ہیں:۔

فیہ اشعار بان عمر کان لا یواظب علی الصلوٰۃ معھم وکانہ یری ان الصلوٰۃ فی بیتہ افضل ولاسیما فی آخر اللیل وعن ھذا قال الطحاوی التراویح فی البیت افضل۔

ترجمہ: اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس نماز کے باجماعت پڑھنے پر مواظبت نہیں فرماتے تھے اور شاید ان کا یہ مذہب تھا کہ اس نماز کو گھر میں خصوصاً آخر شب میں پڑھنا افضل ہے۔ اور یہیں سے امام طحاوی حنفی نے فرمایا کہ تراویح گھر میں افضل ہے۔ اور علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۳ صفحہ ۴۱۵ میں فرماتے ہیں:۔

فیہ اشعار بان عمر کان لا یواظب علی الصلوٰۃ معھم ولعلہ

كان يرى ان فعله فى بيته ولا سيما فى آخر الليل افضل ـ

ترجمہ : عبدالرحمٰن بن عبد کے اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ اس نماز کے باجماعت پڑھنے پر مواظبت نہیں فرماتے تھے اور شاید ان کا یہ مذہب تھا کہ اس نماز کو گھر میں خصوصاً آخر شب میں پڑھنا افضل ہے۔ اور علامہ زرقانی رحہ نے شرح موطا چھاپہ مصر جلد ۱ صفحہ ۲۱۵ میں ابن عباس کا قول اس طرح نقل فرمایا ہے :-

دعانى عمر أتغذى معه فى رمضان يعنى السحور فسمع هيعة الناس حين انصرفوا من القيام فقال اما ان الذى بقى من الليل احب الىّ مما مضى منه ـ

ترجمہ : حضرت عمرؓ نے مجھ کو رمضان میں اپنے ساتھ سحری کھانے کو بلایا اتنے میں لوگوں کا شور سنا جس وقت وہ لوگ رات کی نماز پڑھ کر واپس جا رہے تھے تو فرمایا کہ آگاہ ہو کہ رات کا باقی حصہ میرے نزدیک رات کے گزشتہ حصہ سے بہتر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب ۔

جواب نمبر ۵ : رکعات تراویح کے عدد میں فیما بین العلماء حسب ذیل دس قول ہیں۔ اور ان اقوال عشرہ میں مرجح من حیث الدلیل قول دہم ہے اور قول نہم حقیقۃً اس کے مخالف نہیں ہے (جواب نمبر ۲ ملاحظہ ہو)

امر اول کا بیان : رکعات التراویح کے عدد میں ایک قول یہ ہے کہ اکتالیس رکعت ہے ۔ علامہ عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری چھاپہ مصر جلد ۵ صفحہ ۳۵۵ میں فرماتے ہیں :-

قد اختلف العلماء فی العدد المستحب فی قیام رمضان علی اقوال کثیرۃ فقیل احدی واربعون وقال الترمذی رأی بعضھم ان یصلی احدی واربعین رکعۃ مع الوتر وھو قول اھل المدینۃ والعمل علی ھذا عندھم بالمدینۃ قال شیخنا رحمہ اللہ وھو اکثر ما قیل فیہ قلت ذکر ابن عبد البر فی الاستذکار عن الاسود بن یزید کان یصلی اربعین رکعۃ ویوتر بسبع اھ

ترجمہ: علماء نے قیام رمضان (تراویح) کی رکعتوں کے بارے میں کہ اس میں کون عدد مستحب ہے بہت کچھ اختلاف کیاہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اکتالیس رکعت ہے۔ ترمذی نے کہا بعضوں کی رائے یہ ہے کہ اکتالیس رکعت مع وتر پڑھے اور یہی قول اہل مدینہ کا ہے اور اسی پر مدینہ میں اہل مدینہ کا عمل ہے ہمارے شیخ نے فرمایا کہ اکتالیس سے زیادہ کسی کا قول نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ابن عبدالبر نے اسود بن یزید سے نقل کیاہے کہ وہ چالیس رکعت پڑھتے تھے اور سات رکعت وتر پڑھتے تھے۔ یعنی مع وتر سینتالیس رکعت پڑھتے تھے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ اڑتیس رکعت ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:-

وقیل ثمان وثلثون رواہ محمد بن نصر من طریق ابن ایمن عن مالک قال أستحب ان یقوم الناس فی رمضان بثمان وثلثین رکعۃ ثم یسلم الامام والناس ثم یوتر بھم

يواحدة قال وهذا العمل بالمدينة قبل الحرة منذ بضع

ومائة سنة الى اليوم اھ

ترجمہ : دوسرا قول یہ ہے کہ اڑتیس رکعت ہے ۔ امام محمد بن نصر نے ابن ایمن کے طریق سے امام مالکؒ سے روایت کی ہے کہ امام مالک رحؒ نے کہا کہ مستحب یہ ہے کہ لوگ رمضان میں اڑتیس رکعت پڑھیں ۔ پھر امام اور سب لوگ سلام پھیر کر ایک رکعت وتر پڑھیں ۔ امام مالکؒ نے کہا کہ زمانہ حرہ کے قبل ایک سو کئی برس سے اب تک اہل مدینہ کا اسی پر عمل چلا آتا ہے ۔ اور حافظ ابن حجر فتح الباری شرح صحیح بخاری چھاپہ دہلی جلد ۲ صـ ۲۱۷ میں فرماتے ہیں :۔

هذا يمكن رده الى الاول بانضمام ثلث الوتر لكن صرح

فى روايته بانه يوتر بواحدة فتكون اربعين الا واحدة اھ

ترجمہ : اس دوسرے قول کو باضافہ وتر کی تین رکعتوں کے پہلے قول کی طرف رجوع کر سکتے ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ اس روایت میں تصریح آچکی ہے کہ وتر ایک ہی رکعت پڑھے تو وتر ملا کر ایک کم چالیس ہی رکعتیں ہوتی ہیں ۔ نہ اکتالیس ۔

تیسرا قول : یہ ہے کہ چھتیس رکعت ہے ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں :۔

وقيل ست وثلثون وهو الذى عليه عمل اهل المدينة

وروى ابن وهب قال سمعت عبد الله بن عمر يحدث

عن نافع قال لم ادرك الناس الا وهم يصلون تسعا و

ثلٰثین رکعۃ ویوترون منہا بثلث ۔

ترجمہ : تیسرا قول یہ ہے کہ چھتیس رکعت ہے اور اسی پر اہل مدینہ کا عمل ہے ابن وہب نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عمرؓ سے سنا ہے وہ کہتے تھے کہ نافع نے کہا کہ میں نے لوگوں کو نہیں پایا مگر اسی حالت پر کہ تراویح اُنتالیس رکعت پڑھتے تھے جن میں سے تین رکعتیں وتر کی تھیں ۔ اور علامہ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں وھذا ھو المشھور عنہ یعنی امام مالکؒ سے یہی قول مشہور ہے کہ تراویح چھتیس رکعت ہے ۔

چوتھا قول : یہ ہے کہ چونتیس رکعت ہے ۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں :۔

وقیل اربع وثلٰثون علی ماحکی عن زرارۃ بن اوفی انہ کذٰلک کان یصلی بھم فی العشر الاخیر ۔

ترجمہ : چوتھا قول یہ ہے کہ چونتیس رکعت ہے جیسا کہ زرارہ بن اوفی سے مروی ہے کہ وہ رمضان کے آخری عشرہ میں اسی طرح (چونتیس رکعت) پڑھتے تھے ۔

پانچواں قول : یہ ہے کہ اٹھائیس رکعت ہے ۔ علامہ عینی فرماتے ہیں :۔

وقیل ثمان وعشرون وھو المروی عن زرارۃ بن اوفی فی العشرین الاولین من الشھر وکان سعید بن جبیر یفعلہ فی العشر الاخیر اھ

ترجمہ : پانچواں قول یہ ہے کہ اٹھائیس رکعت ہے ۔ یہ بھی زرارہ بن اوفیٰ سے رمضان کے پہلے دو عشروں میں منقول ہے اور سعید بن جبیر سے منقول ہے کہ وہ

اٹھائیس رکعت آخری عشرہ میں پڑھتے تھے۔

چھٹا قول: یہ ہے کہ چوبیس رکعت ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:۔

وقیل اربع وعشرون وھو مروی عن سعید بن جبیر اھ

ترجمہ: چھٹا قول یہ ہے کہ چوبیس رکعت ہے اور یہ سعید بن جبیر سے مروی ہے

ساتواں قول: یہ ہے کہ بیس رکعت ہے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں:۔

وقیل عشرون وحکاہ الترمذی عن اکثر اھل العلم فانہ

روی عن عمر وعلی وغیرھما من الصحابۃ وھو قول اصحابنا

الحنفیۃ۔

ترجمہ: ساتواں قول یہ ہے کہ بیس رکعت ہے. ترمذی نے اس کو اکثر اہل علم سے نقل کیا ہے کیونکہ یہ حضرت عمر و حضرت علی و دیگر صحابہ سے منقول ہے اور یہی قول ہم احناف کا ہے۔

یہاں پر علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں حضرت عمرؓ سے بیس رکعت کے منقول ہونے کا حوالہ موطا امام مالک پر کر دیا ہے. حالانکہ مؤطا میں کسی جگہ حضرت عمرؓ سے بیس رکعت کا پڑھنا یا حکم دینا منقول نہیں ہے۔ اس میں تو بیس رکعت کے بارے میں صرف یزید بن رومان کی روایت ہے جو جواب نمبر۳ میں مذکور ہو چکی ہے. جس میں نہ اس امر کی تصریح ہے کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیس رکعت پڑھتے تھے اور نہ اس امر کی تصریح ہے کہ بیس رکعت پڑھنے کا حکم دیتے تھے۔ مع ہذا یہ روایت سنداً بھی صحیح نہیں ہے بلکہ منقطع الاسناد ہے۔ چنانچہ خود علامہ عینی نے بھی عمدۃ القاری میں اس کا اعتراف فرمایا ہے۔

عمدۃ القاری کی عبارت یہ ہے :-

اما اثر عمر رضی اللہ عنہ فرواہ مالک فی الموطا باسناد منقطع اھ

اس کی پوری بحث اوپر گزر چکی ہے۔ جواب نمبر ۳ ملاحظہ ہو۔ اور بھی یہاں پر علامہ عینی رحمہ نے حضرت علی رضہ سے بیس رکعت کے منقول ہونے کے بارے میں ایک روایت نقل کی ہے جس کا حوالہ کسی حدیث کی کتاب[1] پر نہیں دیا ہے۔ مع ہذا جو اس کی سند لکھی ہے اس میں ایک راوی ابو الحسناء ہیں جو حضرت علی سے روایت کرنے والے قرار دیئے گئے ہیں۔ معلوم نہیں یہ ابو الحسناء کون بزرگ ہیں۔ اگر یہ وہی ابو الحسناء ہیں جو تقریب التہذیب میں مذکور ہیں تو ان کو تو حضرت علی رضہ سے لقاء ہی نہیں ہے کیونکہ یہ ابو الحسناء طبقہ سابعہ سے ہیں جو کبار اتباع تابعین کا طبقہ ہے جس کو کسی صحابی سے لقاء نہیں چہ جائے کہ حضرت علی رضہ سے لقاء ہو۔ اور جب حضرت علی رضہ سے ان کی لقاء ثابت نہیں ہوئی تو یہ روایت بھی بوجہ منقطع السند ہونے کے صحیح نہ ٹھہری۔ علاوہ بریں یہ ابو الحسناء مجہول بھی ہیں تو اس وجہ سے یہ روایت صحیح ثابت نہ ہوئی۔

تقریب التہذیب مطبوعہ فاروقی دہلی صفحہ ۲۹۴ میں ہے :-

ابو الحسنا بزیادۃ الف قیل اسمہ الحسن وقیل الحسین مجہول من السابعۃ اھ

---

[1] لیکن رسالہ ہٰذا کے طبع اول وشیوع کے وقت یہ روایت ہم کو مصنف ابن ابی شیبہ ص۲۰۶ میں مل گئی۔ منہ

ترجمہ: ابوالحسناء بزیادۃ الف بعض کہتے ہیں کہ ان کا نام حسن ہے اور بعض کہتے ہیں کہ حسین ہے مجہول ہیں طبقہ سابعہ سے ہیں۔ اور سابعہ میں ہے :۔

السابعۃ طبقۃ کبار اتباع التابعین کمالک والثوری۔

ترجمہ: ساتواں طبقہ کبار اتباع تابعین کا ہے جیسے امام مالک اور سفیان ثوری۔ اور یہاں پر علامہ عینی نے عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۸۰۳ میں حضرت علی اور حضرت عمر اور حضرت عثمان سے بیس رکعت کے منقول ہونے کے بارے میں ایک اور روایت بھی بحوالہ بیہقی نقل کی ہے جو جواب نمبر ۲ کے آخر میں منقول ہو چکی ہے جس میں بھی نہ اس امر کی تصریح ہے کہ خود حضرت علی یا حضرت عمر یا حضرت عثمان بیس رکعت پڑھتے تھے اور نہ اس امر کی تصریح ہے کہ ان حضرات رضی اللہ عنہم نے کسی کو بیس رکعت کے پڑھنے کا حکم دیا تھا۔ یہاں پر علامہ عینیؒ نے عبداللہ بن مسعود رضؓ سے بھی بیس رکعت کے منقول ہونے کے بارے میں ایک روایت امام محمد بن نصر مروزی کے طریق سے نقل کی ہے اور وہ بھی بوجہ منقطع السند ہونے کے صحیح نہیں ہے۔ وہ روایت یہ ہے :۔

قال الاعمش کان عبداللہ بن مسعود یصلی عشرین رکعۃ ویوتر بثلث ۔

ترجمہ: اعمش نے کہا کہ عبداللہ بن مسعود بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔ اس روایت کے منقطع السند ہونے کی یہ وجہ ہے کہ اعمش جو اس واقعہ نماز تراویح عبداللہ بن مسعود کے ناقل ہیں انھوں نے عبداللہ بن مسعود کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ عبداللہ بن مسعود تو ۳۲ھ یا ۳۳ھ

میں وفات پا چکے تھے اور اعمش سنہ ۶۰ھ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ تقریب التہذیب چھاپہ دہلی ص۱۴۲ میں ہے:۔

عبد اللہ بن مسعود مات سنۃ اثنتین وثلثین او فی التی بعدھا بالمدینۃ انتھی ملتقطا۔

ترجمہ: عبداللہ بن مسعود رضؓ نے ۳۲ھ میں یا اس کے بعد والے سنہ میں خاص مدینہ طیبہ میں وفات پائی ہے۔ اور ص۱۰۲ وص۱۰۳ میں ہے:۔

سلیمان الاعمش مات سنۃ سبع واربعین او ثمان ومائۃ وکان مولدہ اول احدی وستین۔ انتھی ماتقطا۔

ترجمہ: سلیمان اعمش نے ۱۴۷ھ یا ۱۴۸ھ میں وفات پائی اور ۶۱ھ کے اوائل میں پیدا ہوئے۔ اور خلاصہ چھاپہ مصر ص۲۱۴ میں ہے:۔

عبد اللہ بن مسعود قال ابو نعیم مات بالمدینۃ سنۃ اثنتین وثلثین عن بضع وستین سنۃ۔ انتھی ملتقطا۔

ترجمہ: ابونعیم نے کہا عبداللہ بن مسعود رضؓ نے خاص مدینہ طیبہ میں ۳۲ھ میں کئی برس اوپر ساٹھ کے ہوکر وفات پائی۔ اور ص۱۵۵ میں ہے:۔

سلیمان الاعمش قال ابو نعیم مات سنۃ ثمان واربعین ومائۃ عن اربعین وثمانین سنۃ اھ

ترجمۃ: ابونعیم نے کہا سلیمان اعمش نے ۱۴۸ھ میں چوراسی برس کے ہوکر وفات پائی۔ اور مصنف ابن ابی شیبہ ص۴۰۶ میں ابی بن کعبؓ سے بھی بیس رکعت کے بارے میں ایک روایت آئی ہے لیکن وہ بھی بوجہ منقطع السند

ہونے کے صحیح نہیں ہے۔ وہ روایت مع سند یہ ہے :۔

حدثنا حمید بن عبد الرحمٰن عن حسن عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلث ۔

ترجمہ : حمید بن عبد الرحمٰن نے ہم کو خبر دی انھوں نے حسن سے روایت کی انھوں نے عبد العزیز بن رفیع سے کہ ابی بن کعب مدینہ طیبہ میں ماہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے اس روایت کے منقطع السند ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عبد العزیز بن رفیع جو اس واقعہ نماز تراویح ابی بن کعب کے راوی ہیں انھوں نے ابی بن کعبؓ کا زمانہ نہیں پایا ہے۔ ابی بن کعب تو ۳۲ھ میں یا اس کے قبل ہی وفات پا چکے تھے اور عبد العزیز بن رفیع سنہ ۵۰ھ کے بعد پیدا ہوئے ہیں۔ تقریب التہذیب ص۱۷ میں ہے :۔

ابی بن کعب من فضلاء الصحابۃ اختلف فی سنۃ موتہ اختلافا کثیرا قیل سنۃ تسع عشرۃ وقیل سنۃ اثنتین وثلثین وقیل غیر ذلک ۔ انتہیٰ ملتقطا

ترجمہ : ابی بن کعبؓ فضلاء صحابہ میں سے ہیں ان کے سنہ وفات میں بہت کچھ اختلاف ہے۔ کوئی ۱۹ھ بتاتا ہے اور کوئی ۳۲ھ بتاتا ہے اور کوئی اور کچھ۔ اور ص۱۶۱ میں ہے :۔

عبد العزیز بن رفیع ثقۃ من الرابعۃ مات سنۃ ثلثین[1]

---

[1] تقریب التہذیب مطبوعہ ہند کے نسخوں میں اس جگہ بجائے لفظ ثلثین کے ثلث طبع ہوا ہے (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

ومائة وقيل بعدها وقد جاوز السبعين - انتهى ملتقطا

ترجمہ: عبدالعزیز بن رفیع ثقہ ہیں طبقہ رابعہ سے ہیں ۱۳۰ھ میں یا اس کے بعد ستر برس سے زائد کے ہو کر مرے ہیں۔ اور خلاصہ ص۲۴ میں ہے:-

ابی بن کعب سید القراء توفی سنة عشرين او اثنتين و عشرين او ثلثين او اثنتين وثلثين او ثلث وثلثين انتھی ملتقطا۔

ترجمہ: ابی بن کعب قاریوں کے سردار ہیں انھوں نے ۲۰ھ یا ۲۲ھ یا ۳۰ھ یا ۳۲ھ یا ۳۳ھ میں وفات پائی ہے۔ اور ص۲۳۹ میں ہے:-

عبدالعزیز بن رفیع وثقه احمد و ابن معین قال مطین مات سنة ثلثين ومائة - انتھی ملتقطا

ترجمہ: عبدالعزیز بن رفیع ان کو امام احمد اور یحییٰ بن معین نے ثقہ کہاہے۔ مطین نے فرمایا یہ ۱۳۰ھ میں مرے ہیں۔ اور کتاب الثقات لابن حبان جلد۱ ص۲۳۴ میں ہے:-

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) یہ قطعاً غلط ہے صحیح لفظ ثلثین ہے جیسا کہ خلاصہ وعمدۃ القاری وکاشف میں ہے جنکی عبارات آئندہ منقول ہیں۔ اسکے علاوہ خود تقریب کا قلمی صحیح نسخہ جو مولوی تجمل خاں صاحب وکیل پٹنہ کے مشہور کتب خانہ میں موجود ہے اسمیں بھی ثلثین ہی کا لفظ ہے۔ الحاصل اس جگہ لفظ ثلثین صحیح ہے اور لفظ ثلث جو نسخ مطبوعۂ ہند میں ہے قطعاً غلط ہے۔ اس کتاب کی عبارت مولانا ابومحمد زین العابدین آروی بہاری کے قلمی نسخہ سے نقل کی گئی ہے۔ منہ

ابی بن کعب کنیتہ ابو المنذر مات سنۃ اثنتین وعشرین فی خلافۃ عمر وقیل انہ بقی الی خلافۃ عثمان ۔

ترجمہ : ابی بن کعبؓ نے جن کی کنیت ابو المنذر ہے ۲۲ھ میں وفات پائی اور بعض نے حضرت عثمان رض کی خلافت تک ان کا باقی رہنا بیان کیا ہے اور علامہ عینی حنفی رح عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۹ ص ۲۲۶ میں فرماتے ہیں :۔

عبد العزیز بن رفیع مات بعد الثلثین ومائۃ انتہی ملتقطا ۔

ترجمہ : عبد العزیز بن رفیع ۱۳۰ھ کے بعد مرے ہیں ۔ اور امام ذہبی کاشف میں فرماتے ہیں :۔

عبد العزیز بن رفیع ثقۃ معمر مات سنۃ ثلثین و مائۃ ۔ انتہی ملتقا ۔

ترجمہ : عبد العزیز بن رفیع ثقہ معمر ہیں ۱۳۰ھ میں مرے ہیں ۔

آٹھواں قول : یہ ہے کہ سولہ رکعت ہے ۔ علامہ عینی رح فرماتے ہیں :۔

ست عشرۃ وھو مروی عن ابی مجلز انہ کان یصلی بھم اربع ترویحات ویقرأ بھم سبع القرآن فی کل لیلۃ رواہ محمد بن نصر من روایۃ عمران ابن حدیر اھ

ترجمہ : آٹھواں قول یہ ہے کہ سولہ رکعت ہے ۔ اور یہ ابو مجلز سے منقول ہے کہ وہ لوگوں کو چار ترویحہ پڑھایا کرتے تھے ۔ اور ہر رات قرآن کا ساتواں حصہ اس میں پڑھایا کرتے تھے ۔ اس کو امام محمد بن نصر نے

عمران بن حدیر کے طریق سے روایت کیا ہے۔

نواں قول: یہ ہے کہ تیرہ رکعت ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:۔

وقیل ثلٰث عشرۃ واختارہ محمد بن اسحٰق روی محمد بن نصر من طریق ابن اسحٰق قال حدثنی محمد ابن یوسف عن جدہ السائب بن یزید قال کنا نصلی فی زمان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی رمضان ثلٰث عشرۃ رکعۃ (الی قولہ) قال ابن اسحٰق وما سمعت فی ذٰلک حدیثا ھو اثبت عندی ولا احری بان یکون من حدیث السائب وذٰلک ان صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت من اللیل ثلٰث عشرۃ رکعۃ اھ

ترجمہ: نواں قول یہ ہے کہ تیرہ رکعت ہے اور اسی کو محمد بن اسحٰق نے اختیار کیا ہے۔ امام محمد بن نصر نے روایت کی کہ محمد بن اسحٰق نے کہا کہ محمد ابن یوسف نے مجھے خبر دی کہ ان کے جد سائب بن یزید نے کہا کہ ہم لوگ عمر بن خطاب کے زمانہ میں رمضان میں تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے محمد ابن اسحٰق نے کہا کہ میں اس باب میں ایسی کوئی حدیث جو میرے نزدیک اس حدیث سے زیادہ ثابت اور سائب بن یزید کی حدیث ہونے کے زیادہ لائق ہو نہیں سُنی ہے۔ اور یہ اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز بھی تیرہ ہی رکعت تھی۔

اور علامہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:۔

قال ابن اسحٰق وھذا اثبت ماسمعت فی ذلک وھو موافق لحدیث عائشۃ فے صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل

ترجمہ: محمد بن اسحٰق نے کہا کہ میں نے جس قدر حدیثیں اس باب میں سنی ہیں ان سب میں یہ حدیث اثبت ہے اور یہ حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث کے موافق ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کے بارے میں مروی ہے۔

دسواں قول: یہ ہے کہ گیارہ رکعت ہے۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:-

وقیل احدی عشرۃ رکعۃ وھو اختیار مالک لنفسہ واختارہ ابوبکر بن العربی۔

ترجمہ: دسواں قول یہ ہے کہ گیارہ رکعت ہے اور اسی کو امام مالکؒ نے اپنے لئے اختیار کیا ہے اور اسی کو ابوبکر بن عربی نے بھی پسند کیا ہے۔

علامہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری جلد ۲ ص۲۱۶ میں فرماتے ہیں:-

فے الموطا عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انہا احدی عشرۃ ورواہ سعید بن منصور من وجہ اٰخر ورواہ محمد بن نصر المروزی من طریق محمد بن اسحق عن محمد بن یوسف فقال ثلث عشرۃ والعدد الاول موافق لحدیث عائشۃ والثانی قریب منہ

اھ ملتقطًا۔

ترجمہ: امام مالک نے موطا میں محمد بن یوسف سے روایت کی انھوں نے سائب بن یزید سے کہ تراویح گیارہ رکعت ہے اور سعید بن منصور نے ایک اور سند سے بھی یہی مضمون روایت کیا ہے۔ اور امام محمد بن نصر مروزی نے محمد بن اسحٰق کی سند سے محمد بن یوسف سے تیرہ رکعت روایت کی ہے اور اول عدد یعنی گیارہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی کی حدیث کے موافق ہے اور ثانی یعنی تیرہ اس سے قریب ہے۔

امر دوم کا بیان: ان اقوال عشرہ میں قول دہم اس لئے مرجح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی حدیث صحیح سے گیارہ رکعت سے زیادہ تراویح پڑھنا ثابت نہیں (جواب نمبر ۱ ملاحظہ ہو) اور حضرت عمر رضی کا حکم کہ امام لوگ گیارہ ہی پڑھا کریں مزید براں ہے (جواب نمبر ۲ ملاحظہ ہو) اور کسی صحیح سند سے کسی کا خلفائے راشدین میں سے بھی اس سے زیادہ پڑھنا یا اس سے زیادہ پڑھنے کا حکم دینا ثابت نہیں ہے اور صریحاً آسمانی قانون موجود ہے کہ عندالاختلاف جو قول کتاب وسنت کے موافق ہے وہی مرجح ہے۔ (دیکھو سورۂ نساء رکوع ۸)

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُولِ
إِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ط

ترجمہ: اگر تم لوگ کسی بات میں اختلاف کرو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ کو اور قیامت کے آنے کو مانتے ہو۔ پس ثابت ہوا کہ اس اختلاف میں قول دہم ہی مرجح ہے۔

تنبیہ: ایک صاحب نے دوبارہ بیس رکعت تراویح کے رسائل خمسہ مطبوعہ امرتسر سے کتاب سنن کبریٰ بیہقی کی چند روایات نقل کر کے ہمارے پاس بھیجی ہیں ہم ان کی اس مہربانی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور اپنی گزارشیں جو ان روایات کے متعلق ہیں ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ہماری نظر سے نہ سنن کبریٰ بیہقی گزری ہے نہ ہم مؤلف رسائل خمسہ کا حال جانتے ہیں لہٰذا ان روایات کی نسبت کہ یہ سنن کبریٰ بیہقی میں ہیں یا نہیں کچھ حکم نہیں لگا سکتے۔ اور بعد تسلیم یہ گزارش ہے کہ روایات مذکورہ میں سے پہلی روایت تو سائب بن یزید کی ہے کہ:۔

"کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ۔

اور دوسری روایت یزید بن رومان کی ہے کہ:۔

"کان الناس یقومون فی زمن عمر بن الخطاب بثلث زمان عمر بن الخطابؓ فی شہر رمضان بثلث وعشرین رکعۃ

ان دونوں روایتوں پر اسی رسالہ میں یہ بحث گزر چکی ہے کہ ان میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ جو لوگ بیس رکعت پڑھتے تھے وہ حضرت عمرؓ کے حکم سے پڑھتے تھے۔ اور یزید بن رومان کی روایت پر ایک اور بحث بھی گزر چکی ہے کہ یہ روایت بوجہ منقطع السند ہونے کے صحیح بھی نہیں ہے (رسالہ رکعات التراویح کا صفحہ ۱۵ ملاحظہ ہو)

تیسری اور چوتھی روایت یہ ہے کہ سوید بن غفلہ اور شتیر بن شکل

ملہ (دونوں روایت سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ میں مذکور ہے) مصحح۔

(جو منجملہ تابعین ہیں) رمضان میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ ان دونوں روایتوں کی عبارت مع سند یہ ہے:-

اخبرنا ابوزکریا بن ابی اسحٰق ثنا ابوعبد اللہ محمد ابن یعقوب ثنا محمد بن عبد الوھاب ثنا جعفر ابن عون ثنا ابوالخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ وروینا عن شتیر بن شکل وکان من اصحاب علی انہ کان یؤمھم فی شھر رمضان بعشرین رکعۃ ویوتر بثلث ؏ اھ

ان دونوں روایتوں کا جواب (اس سے قطع نظر کہ ان کی سند کیسی ہے صحیح یا غیر صحیح) یہ ہے کہ زیر بحث یہ امر نہیں ہے کہ دنیا میں کسی نے بیس رکعت بھی پڑھی پڑھائی ہے یا نہیں۔ ضرور پڑھی بھی ہے اور پڑھائی بھی ہے۔ بلکہ بعض اکابر نے تو چوبیس بلکہ اٹھائیس بلکہ چھتیس بلکہ اڑتیس بلکہ مع وتر اکتالیس بلکہ سینتالیس رکعت تک بھی پڑھی ہے۔ چنانچہ ان سب کی تفصیل رسالہ رکعات التراویح میں بخوبی گزر چکی ہے (جواب نمبر ۹ ملاحظہ ہو)۔ بلکہ زیر بحث یہ امر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے کے رکعت پڑھنا یا کے رکعت پڑھانے کا حکم دینا ثابت اور یہ امر کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین سے بیس رکعت پڑھنا یا بیس رکعت پڑھانے کا حکم دینا ثابت ہے یا نہیں۔ اور

؏ ملاحظہ ہو سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۶ (مصحح)

یہ امر کہ دربارۂ رکعات التراویح جو فیما بین العلماء اختلاف ہے اس میں مرجح اور قوی من حیث الدلیل گیارہ رکعت ہے۔ اور یہ دونوں روایتیں ان تینوں زیر بحث امور سے اجنبی ہیں۔ یہی جواب اس روایت کا بھی ہے جو بعض رسائل میں بلا حوالہ کسی حدیث کی کتاب کے منقول ہے کہ عطاء نے کہا کہ میں نے لوگوں کو تیئیس رکعت پڑھتے پایا ہے۔ اس روایت کی عبارت مع سند یہ ہے :-

حدثنا ابن نمیر عن عبد الملك عن عطاء قال ادركت الناس وهم يصلون ثلثاً وعشرين ركعة.

پانچویں روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ نے ماہ رمضان میں قاریانِ قرآن کو بلایا اور ان میں سے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور وتر آپ پڑھا دیا کرتے۔ اس روایت کی عبارت مع سند یہ ہے :-

اخبرنا ابو الحسين بن الفضل القطان ببغداد اخبرنا محمد بن احمد بن عيسى بن عبدك الرازی ثنا ابو عامر عمرو بن تميم ثنا احمد بن عبد الله بن يونس ثنا حماد بن شعيب عن عطاء بن السائب عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علیؓ قال دعا القراء فی رمضان فامر منهم رجلا يصلی بالناس عشرين ركعة قال وكان علیؓ يوتر بهم اھ[ع]

اس روایت کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت بھی صحیح نہیں ہے۔ اولاً اس وجہ سے

ع ملاحظہ کریں سنن کبریٰ ج ۲ ص ۴۹۶ مصحح۔

کہ اس کی سند میں ایک راوی حماد بن شعیب ہیں اور وہ ضعیف و متروک الحدیث ہیں۔ امام ذہبیؒ اپنی کتاب میزان الاعتدال جلد۱ صـ۲۴۷ میں فرماتے ہیں :-

حماد بن شعیب الحمانی الکوفی عن ابی الزبیر وغیرہ
ضعفہ ابن معین وغیرہ وقال یحیی مرۃ لا یکتب
حدیثہ وقال البخاری فیہ نظر وقال النسائی
ضعیف وقال ابن عدی اکثر حدیثہ مما لا یتابع
علیہ وقال ابو حاتم لیس بالقوی انتھی ملتقطا

ترجمہ : حماد بن شعیب حمانی کوفی ہیں ابو الزبیر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں۔ یحییٰ بن معین وغیرہ نے ان کو ضعیف کہا ہے اور یحییٰ نے ایک بار یہ بھی کہا ہے کہ یہ اس قابل بھی نہیں ہیں کہ ان کی حدیث لکھی جائے اور امام بخاری نے ان کے حق میں فیہ نظر (یعنی متروک الحدیث) کہا ہے اور نسائیؒ نے بھی ان کو ضعیف کہا ہے۔ اور ابن عدی نے کہا کہ ان کی اکثر حدیثیں اس قسم کی ہوتی ہیں جن پر ان کی کوئی متابعت نہیں کرتا۔ اور ابو حاتم نے کہا کہ یہ قوی نہیں ہیں۔

ثانیا اس وجہ سے کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی عطاء بن سائب بھی ہیں جو حماد بن شعیب کے شیخ یعنی استاذ ہیں اور گو یہ عطاء بن سائب پہلے ثقہ تھے لیکن بعد کو اس وجہ سے کہ ان کے حافظہ میں تغیر آ گیا تھا، یعنی بدحافظہ ہو گئے تھے اور اندھا دھند روایت کرنے لگے تھے، ثقہ باقی نہیں

رہے۔ لہذا جن ثقات نے ان سے ان کے اس تغیر اور بد حافظگی کے قبل حدیث سنی ہے وہ حدیث تو صحیح ہے اور جن ثقات نے ان سے بعد میں حدیث سنی ہے وہ حدیث صحیح نہیں۔ اور حماد بن شعیب جو ان سے روایت کرتے ہیں اولاً تو وہ خود ہی ثقہ نہیں ہیں (کمامر) ثانیاً اگر ان سے حدیث سنی بھی تھی تو بعد میں سنی ہے کیونکہ قبل میں ان سے حدیث سننے والے صرف تین ہی شخص بیان کئے جاتے ہیں جن میں سے یہ نہیں۔ اور وہ تین شخص یہ ہیں۔ شعبہ، سفیان، حماد بن زید۔ امام ذہبی رح میزان الاعتدال جلد ۲ ص۱۷۷ میں فرماتے ہیں:۔

عطاء بن السائب الثقفي ابو زيد الكوفي احد علماء التابعين روى عن عبد الله بن ابي اوفى و انس ووالده وجماعة حدث عنه سفيان وشعبة والفلاس وتغير بأخره وساء حفظه وقال احمد من سمع منه قديما فهو صحيح ومن سمع منه حديثا لم يكن بشيء وقال يحيى لا يحتج به وقال احمد ابن ابي خيثمة عن يحيى حديثه ضعيف الا ما كان عن شعبة وسفيان وقال يحيى بن سعيد سمع حماد ابن زيد من عطاء بن السائب قبل ان يتغير وقال البخاري احاديث عطاء بن السائب القديمة صحيحة وقال احمد بن حنبل عطاء بن السائب ثقة ثقة رجل صالح

ومن سمع منه قديما كان صحيحا وكان يختم كل ليلة وقال ابو حاتم محله الصدق قبل أن يختلط وقال النسائي ثقة في حديثه القديم لكنه تغير ورواية شعبة والثوری وحماد بن زيد عنه جيدة انتهى ملتقطا

ترجمہ: عطاء بن سائب ثقفی ہیں ابوزیدان کی کنیت ہے کوفہ کے رہنے والے ہیں علماء تابعین میں سے ایک عالم ہیں۔ عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور انس بن مالکؓ اور اپنے والد اور ایک جماعت سے حدیث روایت کرتے ہیں اور ان سے سفیان ثوریؒ اور شعبہ اور فلاس روایت کرتے ہیں۔ آخر میں ان کے حافظہ میں تغیر آگیا اور بدحافظہ ہوگئے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا جن ثقات نے ان سے قبل میں حدیث سنی ہے وہ صحیح ہے اور جن ثقات نے بعد میں سنی ہے وہ کچھ نہیں۔ اور یحییٰ نے کہا عطاء ابن سائب قابل احتجاج نہیں ہیں۔ اور احمد بن أبی خیثمہ نے یحییٰ سے نقل کیا ہے کہ جو حدیث ان سے شعبہ و سفیان نے سنی ہے اس کے سوا جو ان کی حدیث ہے وہ ضعیف ہے۔ اور یحییٰ بن سعید نے کہا کہ حماد ابن زید نے بھی عطاء بن سائب سے ان کے اختلاط یعنی تغیر کے قبل سنا ہے۔ اور امام بخاری نے کہا کہ عطاء بن سائب کی قدیم حدیثیں صحیح ہیں اور امام احمد بن حنبل نے کہا عطاء بن سائب ثقہ ہیں وہ ایک صالح شخص ہیں جن ثقات نے ان سے قبل میں حدیث سنی ہے وہ صحیح ہے اور یہ ہر رات قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ اور ابو حاتم نے کہا عطاء بن سائب

اس اختلاط کے قبل سچائی کے محل تھے۔ اور نسائی نے کہا کہ عطاء بن سائب اپنی قدیم حدیث میں ثقہ ہیں لیکن بعد میں ان میں تغیر آ گیا تھا، اور شعبہ اور سفیان ثوری اور حماد بن زید نے جو حدیثیں ان سے روایت کی ہیں وہ اچھی ہیں۔

چھٹی روایت یہ ہے کہ حضرت علی رضؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھایا کرے اور اس روایت کے آخر میں یہ بھی لکھا ہے کہ فی ھذا الاسناد ضعف یعنی اس روایت کے اسناد میں ضعف ہے یعنی اس کی سند ضعیف ہے۔ اس روایت کی عبارت مع سند یہ ہے :-

اخبرنا ابو عبد اللہ بن فنجویۃ الدینوری ثنا احمد ابن محمد بن اسحٰق السنی انبرنا احمد بن عبد اللہ البزاز ثنا سعدان بن یزید ثنا الحکم بن مروان السلمی انبأ الحسن بن صالح عن ابی سعد البقال عن ابی الحسناء ان علی بن ابی طالب امر رجلا یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ وفی ھذا الاسناد ضعف اھ[۵۶]

اس روایت کا جواب تو خود اسی روایت کے آخر میں مذکور ہے کہ فی ھذا الاسناد ضعف اھ یعنی اس روایت کی سند ضعیف ہے اس سند کے ضعف کی چند وجوہ ہیں۔ ازانجملہ ایک وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی

---

[۵۶] ملاحظہ کریں سنن کبریٰ بیہقی ج ۲ ص ۴۹۷

سند میں ایک راوی ابو سعد بقال ہیں اور وہ اس درجے کے ضعیف ہیں کہ امام ذہبی رح فرماتے ہیں کہ میرے علم میں کسی نے بھی ان کی توثیق نہیں کی ہے ومع ہذا یہ مدلس بھی ہیں اور یہ روایت انھوں نے عن کے ساتھ کی ہے۔ اور جب راوی مدلس عنعنہ کرے یعنی عن کے ساتھ روایت کرے تو اس کی وہ روایت صحیح نہیں ہوتی اگرچہ وہ راوی ثقہ کیوں نہ ہو تو جب وہ راوی غیر ثقہ ہو جیسے ابو سعد بقال تو اس کی روایت کیوں کر صحیح ہو گی یعنی اس کی تو بطریق اولی صحیح نہ ہو گی۔ الحاصل یہ چھٹی روایت بھی صحیح نہ نکلی۔ تقریب صـ ۹۴ میں ہے :۔

سعید بن مرزبان ابو سعد البقال ضعیف مدلس

ترجمہ : ابو سعد بقال جن کا نام سعید اور باپ کا نام مرزبان ہے ضعیف ہیں اور مدلس بھی ہیں ۔ اور خلاصہ صـ ۱۴۲ میں ہے :۔

سعید بن المرزبان ابو سعد البقال قال النسائی ضعیف قال الذہبی وما علمت احدا وثقہ ۔

ترجمہ : ابو سعد بقال جن کا نام سعید اور باپ کا نام مرزبان ہے، نسائی نے کہا ضعیف ہیں اور علامہ ذہبی رح نے فرمایا جہاں تک میں جانتا ہوں ان کو کسی نے ثقہ نہیں کہا ہے۔ وازاں جملہ ایک وجہ یہ ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ابو الحسنا بھی ہیں جو ابو سعد بقال مذکور کے شیخ ہیں۔ اور حضرت علی رض سے اس اثر کے روایت کرنے والے قرار دیئے گئے ہیں ۔ ابو الحسنا میں جو کلام ہے رسالہ میں مفصل بیان ہو چکا ہے

ص۲۳۳ میں ملاحظہ ہو۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر یہ وہی ابوالحسناء ہیں جو تقریب التہذیب میں مذکور ہیں تو اولاً تو ان کو حضرت علیؓ سے لقاء ہی نہیں ہے۔ پس یہ روایت بوجہ منقطع السند ہونے کے صحیح نہ ٹھہری۔ ثانیاً یہ ابوالحسناء مجہول بھی ہیں، اس وجہ سے بھی یہ روایت صحیح ثابت نہ ہوئی۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

کتبہٗ

محمد عبد اللہ الغازیفوری

ضمیمہ

رکعات التراویح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمائے دین مسائل ذیل میں کیا فرماتے ہیں؟

س ۱ تراویح کا لفظ کہیں قرآن مجید میں یا حدیث میں وارد ہوا ہے یا نہیں؟

ج تراویح کا لفظ نہ کہیں قرآن مجید میں آیا ہے نہ میری نظر سے کہیں حدیث شریف میں گزرا ہے۔

س ۲ نماز تراویح کی کیا تعریف ہے۔ اور اس نماز کا یہ نام کب رکھا گیا اور کیوں رکھا گیا۔ اور اس کا وقت کب سے کب تک رہتا ہے؟

ج نماز تراویح کی تعریف علماء نے یہ لکھی ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو ماہ رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے۔ اور اس نماز کا نام نماز تراویح اس لئے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت

کے بعد استراحت کرنے لگے۔ کیوں کہ تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ کے معنی ایک بار آرام کرنے کے ہیں اور اس نماز کا وقت عشار کے بعد سے ساری رات ہے طلوع فجر تک۔ علامہ حافظ ابن حجرؒ فتح الباری جلد ۲ صـ۳۱۵ میں اور علامہ قسطلانی ارشاد الساری مطبوعہ مصر جلد ۳ صـ۴۸۳ میں فرماتے ہیں :۔

التراویح جمع ترویحۃ وھی المرۃ الواحدۃ من الراحۃ سمیت الصلوٰۃ بالجماعۃ فی لیالی رمضان التراویح لانھم اول ما اجتمعوا علیھا کانوا یستریحون بین کل تسلیمتین ۔

ترجمہ : تراویح ترویحہ کی جمع ہے اور ترویحہ مرّت کا صیغہ واحد ہے راحت سے مشتق ہے۔ وہ نماز جو رمضان کی راتوں میں باجماعت پڑھی جاتی ہے اس کا نام تراویح رکھا گیا۔ اس لئے کہ جب ابتدا میں لوگ اس نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے لگے تو ہر دو تسلیمہ کے درمیان میں استراحت کرنے لگے۔ ایسا ہی علامہ زرقانی نے بھی شرح موطا مالک مطبوعہ مصر جلد ۱ صـ۲۲۴ میں فرمایا ہے۔ ان عبارات سے چاروں امور مندرجہ سوال کا جواب ہو گیا۔ ہاں صرف بعد العشار کی قید ان عبارات میں چھوڑ دی گئی۔ لیکن آئندہ عبارتوں میں یہ قید بھی تصریح تمام مذکور ہے۔ ہدایہ مطبوعہ مطبع مصطفائی جلد ۱ صـ۱۳۱ میں ہے :۔

والاصح ان وقتھا بعد العشاء الیٰ اٰخر اللیل ۔

ترجمہ: اور اصح یہ ہے کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔ اور درمختار مع ردالمحتار جلد ۱ ص ۴۷۳ میں ہے:۔

ووقتها بعد العشاء الى الفجر۔

ترجمہ: اور تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے فجر تک ہے۔

س ۱۱ قیام رمضان کا لفظ جو احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے اس سے کیا مراد ہے؟

ج قیام رمضان کا لفظ جو احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے اس سے علی التحقیق وہ نماز مراد ہے جو ماہ مبارک رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد جماعت کے ساتھ خواہ اکیلے اکیلے پڑھی جائے۔ علامہ زرقانی شرح موطا جلد ۱ ص ۱۱۲ میں فرماتے ہیں:۔

قیام رمضان ای صلوۃ التراویح قاله النووی و قال غیره بل مطلق الصلوۃ الحاصل بها قیام اللیل واغرب الکرمانی فی قوله اتفقوا علی ان المراد بقیام رمضان صلوۃ التراویح۔

ترجمہ: امام نووی ؒ نے فرمایا کہ قیام رمضان سے نماز تراویح مراد ہے۔ اور علماء فرماتے ہیں کہ قیام رمضان سے مطلق وہ نماز مراد ہے جس سے قیام اللیل حاصل ہو جائے۔ اور جو کرمانی نے کہا ہے کہ قیام رمضان سے بالاتفاق نماز تراویح مراد ہے، یہ انھوں نے ایک انوکھی بات کہی ہے۔ اور فتح الباری جلد ۲ ص ۲۱۵ میں ہے:۔

من قام رمضان ای قام لیالیہ مصلیا والمراد من قیام اللیل مایحصل بہ مطلق القیام وذکر النووی ان المراد بقیام رمضان صلوٰۃ التراویح یعنی انہ یحصل بہا المطلوب من القیام لا ان قیام رمضان لا یحصل الا بہا واغرب الکرمانی فقال اتفقوا علی ان المراد بقیام رمضان صلوٰۃ التراویح۔

ترجمہ: قیام رمضان سے رمضان کی راتوں میں مطلق نماز پڑھنا مراد ہے۔ اور جو امام نووی رح نے فرمایا کہ قیام رمضان سے نماز تراویح مراد ہے اس سے ان کا مطلب یہ ہے کہ نماز تراویح سے بھی قیام رمضان حاصل ہو جاتا ہے نہ یہ کہ نماز تراویح ہی سے قیام رمضان حاصل ہوتا ہے بغیر اسکے قیام رمضان حاصل نہیں ہوتا۔ یعنی قیام رمضان نماز تراویح سے اعم ہے۔ کیونکہ نماز تراویح میں جماعت بھی شرط ہے۔ اگر اکیلے اکیلے پڑھیں تو وہ تراویح نہ ہوگی۔ بخلاف قیام رمضان کے کہ اس میں جماعت شرط نہیں ہے خواہ جماعت کے ساتھ پڑھیں خواہ اکیلے اکیلے پڑھیں، دونوں صورتوں میں قیام رمضان حاصل ہو جائے گا۔ اور نماز تراویح بغیر جماعت کے حاصل نہ ہوگی۔ اور جو کرمانی نے کہا ہے کہ قیام رمضان سے بالاتفاق نماز تراویح مراد ہے یہ انھوں نے انوکھی بات کہی ہے۔ اور ارشاد الساری جلد ۲ صفحہ ۴۸۲ میں قام رمضان کی شرح میں قام فی لیالی رمضان مصلیا مایحصل بہ مطلق القیام قیام رمضان سے

رمضان کی راتوں میں مطلق نماز پڑھنا مراد ہے۔ اور بھی اسی جلد و صفحہ میں ہے:۔

قامه (ای قام رمضان) بصلوة التراویح او بالطاعة فی لیالیه

یعنی قیام رمضان سے رمضان کی راتوں میں نماز پڑھنا مراد ہے خواہ نماز تراویح ہو یا کوئی اور طاعت۔

س؟ تہجد کے کیا معنی ہیں اور نماز تہجد کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج تہجد کے لغوی معنی بیداری کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ بیداری اور خواب دونوں کے ہیں۔ اور تہجد کے شرعی معنی صرف رات کی نماز کے ہیں یعنی تہجد شرع میں وہ نماز ہے جو رات کو عشاء کے بعد پڑھی جائے۔ اور اس کا وقت عشاء کے بعد سے تمام رات طلوع فجر تک ہے۔ فتح الباری جلد ۳ صـ۵۹۲ میں ہے:۔

تفسیر التهجد بالسهر معروف فی اللغة وهو من الاضداد یقال تهجد اذا سهر وتهجد اذا نام حکاه الجوهری وغیره ومنهم من فرق بینهما فقال هجدت نمت وتهجدت سهرت حکاه ابو عبیدة وصاحب العین فعلی هذا اصل الهجود النوم ومعنی تهجدت طرحت الیّ النوم وقال الطبری التهجد السهر بعد نومه ثم ساقه عن جماعة من السلف وقال ابن الفارس المتهجد المصلی

لیلا و قال کراع التہجد صلوۃ اللیل خاصۃ

ترجمہ: لغت میں تہجد کے معنی بیداری کے ہیں اور یہ لفظ اضداد سے ہے یعنی اس کے معنی بیداری اور خواب دونوں کے ہیں۔ چنانچہ جوہری وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ جب تہجد بولتے ہیں تو کبھی اس سے مراد لیتے ہیں کہ بیدار ہوا۔ اور کبھی اس سے مراد لیتے ہیں کہ سوگیا۔ اور بعض کا قول ہے کہ تہجد اضداد سے نہیں ہے بلکہ اس کے معنی صرف بیداری کے ہیں۔ ہاں ہجود جو ایک دوسرا لفظ ہے اس کے معنی البتہ خواب کے ہیں۔ چنانچہ ابو عبیدہ اور صاحب العین نے نقل کیا ہے کہ ھجدت جب بولتے ہیں تو اس سے نمت مراد لیتے ہیں یعنی میں سوگیا۔ اور تہجدت بولتے ہیں تو اس سے سہرت مراد لیتے ہیں یعنی میں بیدار ہوا تو اس بنا پر ہجود کے اصل معنی خواب کے ہیں اور تہجد کے اصلی معنی ترک خواب یعنی بیداری کے ہیں یعنی خواب سے پرہیز کرنا۔ پس تہجد میں تجنب کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ اور طبری نے کہا کہ تہجد کے معنی اس بیداری کے ہیں جو ایک نیند کے بعد ہو اور طبری نے اس کو ایک جماعت سلف سے نقل کیا ہے۔ اور ابن فارس نے کہا کہ متہجد یعنی تہجد گزار وہ شخص ہے جو رات کو نماز پڑھا کرے۔ اور کراع نے کہا کہ تہجد خاص رات کی نماز کا نام ہے۔ اور ارشاد الساری جلد ۲ صـ ۳۴۸ میں ہے:-

اصلہ ترك الھجود وھو النوم وقال ابن فارس

المتهجد المصلی لیلاً۔

ترجمہ: تہجد کے اصلی معنی ترک خواب یعنی بیداری کے ہیں۔ اور ابن فارس نے کہا کہ متہجد وہ شخص ہے جو رات کو نماز پڑھا کرے۔ امام رازی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر جلد ۳ میں فرماتے ہیں:۔

قال الازھری المعروف فی کلام العرب ان الھاجد ھو النائم ثم ان فی الشرع یقال لمن قام من النوم الی الصلوٰۃ انہ متہجد فوجب ان یحمل ھذا علی انہ سمی المتہجد لالقائہ الھجود عن نفسہ کما قیل للعابد متحنث لالقائہ الحنث عن نفسہ وھو الاثم ویقال فلان رجل متحرج ومتأثم ومتحوب ای یلقی الحرج والاثم والحوب عن نفسہ۔

ترجمہ: ازہری نے کہا مشہور کلام عرب میں یہ ہے کہ ہاجد سونے والے ہی کو کہتے ہیں۔ پھر جو شخص کہ خواب سے اٹھ کر نماز پڑھتا ہے اس کو شرع میں متہجد یعنی تہجد گزار کہتے ہیں۔ تو ضرور ہوا کہ یہ کہا جائے کہ تہجد گزار کو متہجد اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس نے ہجود یعنی خواب سے اپنے آپ کو بچایا یعنی پرہیز کیا۔ جس طرح عابد کو متحنث اس لئے کہا جاتا ہے، کہ اس نے حنث یعنی گناہ سے اپنے آپ کو بچایا یعنی پرہیز کیا۔ اور جو کسی شخص کو متحرج اور متأثم اور متحوب کہا جاتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس نے حرج اور اثم اور حوب یعنی گناہ سے اپنے آپ کو بچایا یعنی

پرہیز کیا۔ (یعنی تہجد میں تجنب کی خاصیت پائی جاتی ہے) اور علامہ شیخ سلیمان الجمل فتوحات الٰہیہ مطبوعہ مصر جلد ۲ صفحہ ۲۲ میں فرماتے ہیں :۔

والمعروف فی کلام العرب ان الھجود عبارۃ عن النوم باللیل یقال ھجد فلان اذا نام باللیل ثم لما راینا عرف الشرع انہ یقال لمن انتبہ باللیل من نومہ وقام الی الصلوٰۃ انہ متھجد وجب ان یقال سمی متھجدا من حیث انہ القی الھجود۔

ترجمہ: مشہور کلام عرب میں یہ ہے کہ ہجود کے معنی رات کو سونے کے ہیں۔ چنانچہ جب کوئی شخص رات کو سوجاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہجد فلان یعنی رات کو سو گیا۔ پھر جب ہم نے دیکھا کہ جو شخص رات کو خواب سے بیدار ہوکر نماز پڑھتا ہے اس کو عرف شرع میں متہجد یعنی تہجد گزار کہتے ہیں۔ تو ضرور ہوا کہ یہ کہا جائے کہ تہجد گزار کو متہجد اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اس نے خواب کو اپنے ترک کیا یعنی خواب سے پرہیز کیا۔

س قیام اللیل اور صلوٰۃ اللیل کے کیا معنی ہیں، اور اس کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج قیام اللیل کے لغوی معنی ہیں رات کو اُٹھنا اور صلوٰۃ اللیل کے لغوی معنی ہیں رات کی نماز۔ اور شرعی معنی صرف رات کی نماز کے ہیں۔ یعنی قیام اللیل اور صلوٰۃ اللیل دونوں شرع میں وہ نماز ہے جو رات

کو بعد عشاء کے پڑھی جائے۔ اور اس کا وقت بھی عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطی جلالین میں فرماتے ہیں:۔

قم اللیل ای صلّ

ترجمہ: رات کو اُٹھ یعنی نماز پڑھ۔ اور فتوحات آلٰہیہ جلد ۴ صہ ۴۹۹ میں خطیب سے منقول ہے:۔

وقیام اللیل فی الشرع معناہ الصلوٰۃ۔

ترجمہ: اور قیام اللیل کے شرعی معنی رات کی نماز کے ہیں۔ اور علامہ خازن تفسیر لباب التاویل چھاپہ مصر جلد ۴ صہ ۳۲۴ میں فرماتے ہیں:۔

قم اللیل ای صلّ اللیل۔

ترجمہ: رات کو اُٹھ۔ یعنی رات کو نماز پڑھ۔ اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز رح تفسیر عزیزی چھاپہ کلکتہ صہ ۱۵۶ میں فرماتے ہیں:۔

قُمِ اللَّیْلَ یعنی برخیز و استادہ نماز گزار در ہر شب اھ۔ اور صہ ۱۷۷ میں فرماتے ہیں:۔

اِنَّ رَبَّكَ یَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَیِ الَّیْلِ (مزمل: ۲۰)

یعنی بتحقیق پروردگار تو میداند کہ تو در نماز تہجد استادہ می باشی قریب از دو حصّہ شب گاہے۔ اور علامہ بیضاوی انوار التنزیل چھاپہ کلکتہ جلد ۲ صہ ۳۶۴ میں فرماتے ہیں:۔

قم اللیل ای قم الی الصلوٰۃ او داوم علیہا۔

ترجمہ:۔ رات کو اُٹھ یعنی نماز کو اُٹھ۔ اور علامہ ابو السعود تفسیر

ارشاد العقل السلیم چھاپہ مصر جلد ۸ صـ۳۳۳ میں فرماتے ہیں :۔

قم اللیل ای الی الصلوۃ و انتصاب اللیل علی الظرفیۃ وقیل القیام مستعار للصلوۃ و معنی قم صل ۔

ترجمہ : رات کو اُٹھ یعنی نماز کو ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قیام کا لفظ نماز کے لئے مستعار ہے اور قُمْ کے معنی صَلِّ یعنی نماز پڑھ ۔ اور صحیح مسلم جلد ۱ صـ۱۵۹ میں ہے :۔

عن ابی ھریرۃ رض قال قال رسول اللہ علیہ وسلم اذا قام احدکم من اللیل فلیفتتح صلوتہ برکعتین خفیفتین ۔

ترجمہ : ابو ہریرہ رض نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی رات کو اُٹھے تو اپنی نماز ہلکی دو رکعتوں سے شروع کرے ور مشکوٰۃ شریف صـ۱۱ میں ہے :۔

عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص قال قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عبد اللہ لا تکن مثل فلان کان یقوم من اللیل فترک قیام اللیل (متفق علیہ)

ترجمہ : صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہے کہ عبد اللہ بن عمرو بن عاص نے نقل کیا کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عبد اللہ ! تم اس فلاں شخص کے سے نہ ہو جانا جو رات کو اُٹھا کرتا تھا پھر رات کا

اُٹھنا چھوڑ دیا ۔ اور صـ۱۰۳ میں ہے :۔

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم
صلوٰۃ اللیل مثنی مثنی واذا خشی احدکم الصبح
صلی رکعۃ واحدۃ توتر لہ ما قد صلی (متفق علیہ)

ترجمہ : صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہے کہ ابن عمرؓ نے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلوۃ اللیل دو دو رکعت ہے پھر جب تم میں سے کسی کو صبح ہو جانے کا ڈر ہو تو ایک ہی رکعت پڑھ لے کہ یہ ایک رکعت اس کے لئے ان کل نمازوں کو جو پڑھ چکا ہے وتر بنا دیگی

اور صـ۹۷ میں ہے :۔

عن عائشۃ قالت کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یصلی
فیما بین ان یفرغ من صلوٰۃ العشاء الی الفجر احدی
عشرۃ رکعۃ یسلم من کل رکعتین ویوتر بواحدۃ الحدیث

متفق علیہ

ترجمہ : صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کے بعد سے فجر تک میں گیارہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرا کرتے اور ایک رکعت وتر پڑھا کرتے ۔ اور صـ۱۰۳ میں ہے :۔

عن ابن عمر عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اجعلوا اخر
صلوٰتکم باللیل وترا رواہ مسلم

ترجمہ: صحیح مسلم میں ہے کہ ابن عمرؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی صلوۃ اللیل کو وتر پر ختم کیا کرو۔ اور بھی ص۱۰۲ میں ہے:۔

عن عائشۃ رضؓ قالت من کل اللیل اوتر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم من اول اللیل واوسطہ

واخرہ وانتھی وترہ الی السحر متفق علیہ

ترجمہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے ہر ایک[2] حصہ میں وتر پڑھی ہے اول رات میں بھی اوسط رات میں بھی اور آخر رات میں بھی۔ اور آپ کی نماز وتر سحر تک ختم ہو گئی ہے۔ یعنی آپ نے سحر ہو جانے کے بعد نماز وتر نہیں پڑھی ہے۔ اور بھی ص۱۰۳ میں ہے:۔

عن جابر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من

خاف ان لا یقوم اٰخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع

ان یقوم اٰخر اللیل فلیوتر اٰخر اللیل الحدیث رواہ مسلم

ترجمہ: جابرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو ڈر ہو کہ آخر رات میں نہیں اُٹھے گا وہ وتر اول ہی رات میں پڑھ لے

---

[1] یہ حدیث متفق علیہ ہے یعنی صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہے لیکن مشکوٰۃ شریف میں صرف صحیح مسلم ہی کا حوالہ دیا گیا ہے۔ ۱۲

[2] یعنی عشاء کے بعد سے جس قدر رات باقی رہ جاتی ہے اس کے ہر ایک حصہ میں نماز وتر پڑھی ہے۔

اور جس کو امید ہو کہ آخر رات میں اُٹھے گا وہ وتر آخر رات میں پڑھے۔ ان عبارات تفاسیر و احادیث منقولہ بالا سے ثابت ہوا کہ قیام اللیل، اور صلوٰۃ اللیل دونوں ایک ہی نماز کے نام ہیں یعنی جو نماز کہ رات کو عشاء کے بعد پڑھی جائے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ تہجد بھی اسی نماز کا نام ہے تو ثابت ہوا کہ تہجد اور قیام اللیل اور صلوٰۃ اللیل، یہ تینوں ایک ہی نماز کے نام ہیں۔

س قیام رمضان بھی صلوٰۃ اللیل ہے یا نہیں؟

ج قیام رمضان بھی بلا شبہہ صلوٰۃ اللیل ہے اس لئے کہ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ کی وہ حدیث جس میں یہ مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان کی راتوں میں تین یا چار رات جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تھی۔ وہ تراویح ہی میں وارد ہے۔ اور یہ امر بلا اختلاف ہے۔ اور اس حدیث میں نماز مذکور یعنی تراویح کو صلوٰۃ اللیل اور قیام رمضان دونوں میں فرمایا گیا ہے۔ فتح الباری جلد ۱ صفحہ ۵۹۷ میں ہے:۔

فی روایۃ[۱] یونس (عند مسلم) ولکن خشیت ان یفرض علیکم صلوٰۃ اللیل فتعجزوا عنھا وکذا فی روایۃ ابی[۲] سلمۃ المذکورۃ

---

[۱] یونس کی روایت میں ہے جو مسلم کے نزدیک ہے اور لیکن مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں صلوٰۃ اللیل تم پر فرض کر دی جائے پھر تم سے نہ ہو سکے۔ اور ایسا ہی ابو سلمہ کی روایت میں بھی ہے جو صفۃ الصلوٰۃ کے قبیل مذکور ہو چکی ہے کہ مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں صلوٰۃ اللیل تم پر فرض نہ کر دی جائے۔

[۲] فیہ تسامح فانہ ھذا انما ھو روایۃ عمرۃ لا فی روایۃ ابی سلمۃ ـ

قبیل ص۴۰ صفة الصلوٰة خشیت ان تکتب علیکم صلوٰة اللیل اور بھی اسی صفحہ میں ہے وفی روایة سفیان بن حسین خشیت ان یفرض علیکم صلوٰة الشھر اھ ایسا ہی زرقانی جلد ۱ ص۲۱۱ میں بھی ہے اور بھی زرقانی جلد ۱ ص۲۱۱ میں ہے الا انی خشیت ان تکتب علیکم صلوٰة اللیل فتعجزوا عنھا کما فی روایة یونس ونحوہ فی روایة عقیل عند البخاری اھ اور ارشاد الساری جلد ۲ ص۴۷ میں ہے انی خشیت ان تکتب علیکم صلوٰة اللیل اھ اور ص۳۵۵ میں ہے الا انی خشیت ان یفرض علیکم زاد فی روایة یونس صلوٰة اللیل فتعجزوا عنھا اھ اور نصب الرایہ جلد ۱ ص۲۹۳ میں ہے وفی لفظ لھما ولکن خشیت ان تفرض علیکم صلوٰة اللیل وذٰلک فی رمضان اور فتح القدیر جلد ۱ ص۲۰۶ میں ہے: واختلف فی ادائھا (ای فی اداء التراویح بعد النصف فقیل یکرہ لانھا تبع للعشاء کسنتھا والصحیح لا یکرہ لانھا صلوٰة واللافضل فیھا اٰخرہ اھ۔

س قیام لیلة القدر کا جو احادیث شریفہ میں وارد ہوا ہے، اس سے کیا مراد ہے؟

ج قیام لیلة القدر کے لغوی معنی ہیں شب قدر میں اُٹھنا اور شرعی معنی

ملا تا ٦، حاشیہ ص۸۱ پر ملاحظہ فرمائیں۔

حاشیہ صفحہ ۸۰

ل سفیان بن حسین کی روایت میں ہے۔ مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں اس مہینے کا قیام تم پر فرض کردیا جائے۔

ل مگر مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں صلوٰۃ اللیل تم پر فرض کردی جائے پھر تم سے نہ ہوسکے جیسا کہ یونس کی روایت میں اور ایسا ہی عقیل کی روایت میں ہے جو بخاری کے نزدیک ہے۔

ل مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں صلوٰۃ اللیل تم پر فرض کردی جائے۔

ل مگر مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں صلوٰۃ اللیل تم پر فرض کردی جائے۔ یونس کی روایت میں اس قدر زائد ہے۔ کہیں صلوٰۃ اللیل تم پر فرض کردی جائے پھر تم سے نہ ہوسکے۔

ه اور بخاری اور مسلم کے ایک لفظ میں ہے۔ اور لیکن مجھ کو ڈر ہوا کہ کہیں صلوٰۃ اللیل تم پر فرض کردی جائے۔ اور یہ واقعہ رمضان کا ہے۔

ل اور اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ نماز تراویح آدھی رات کے بعد مکروہ ہے یا نہیں۔ تو ایک ضعیف قول یہ ہے کہ مکروہ ہے۔ اس لیئے کہ یہ بھی عشار کی سنت کی طرح عشار کے تابع ہے۔ اور صحیح قول یہ ہے کہ مکروہ نہیں ہے اس لیئے کہ یہ یعنی نماز تراویح بھی صلوٰۃ اللیل ہی ہے۔ اور صلوٰۃ اللیل میں افضل آخر رات ہے۔

ہیں۔ شب قدر کی نماز یعنی قیام لیلۃ القدر سے وہ نماز مراد ہے جو شب قدر میں عشاء کے بعد پڑھی جائے۔ قیام کے معنی ایسے محل میں نماز کے آیا کرتے ہیں۔ جیسے قیام اللیل اور قیام رمضان وغیرہ۔ قیام کا اطلاق نماز پر اس قسم کے مقام میں بہت آیا ہے۔ سورۂ مزمل میں قیام کا لفظ کئی جگہ آیا ہے اس سے ان سب جگہوں میں نماز ہی مراد ہے (جواب نمبرہ بھی ملاحظہ ہو) اور ابوذرؓ کی حدیث جو مشکوٰۃ شریف ص۱۱۴ میں ہے اس میں ہے: صمنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یقم بنا شیئا من الشہر حتی بقی سبع فقام بنا حتی ذھب ثلث اللیل فلما کانت السادسۃ لم یقم بنا فلما کانت الخامسۃ قام بنا حتی ذھب شطر اللیل فقلت یا رسول اللہ لو نفلتنا قیام ھذہ اللیلۃ فقال ان الرجل اذا صلی مع الامام حتی ینصرف حسب لہ قیام لیلۃ فلما کانت الرابعۃ لم یقم بنا حتی بقی ثلث اللیل فلما کانت الثالثۃ جمع اھلہ ونسائہ والناس فقام بنا حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح قلت وما الفلاح قال السحور ثم لم یقم بنا بقیۃ الشہر رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی۔ الخ

اس ایک حدیث میں قیام کا لفظ نو جگہ آیا ہے اور ان نوؤں جگہوں میں اس سے نماز ہی مراد ہے۔ الحاصل قیام لیلۃ القدر سے بھی شب قدر

ہی مراد ہے۔ نماز پر قیام کا اطلاق اس لئے کیا جاتا ہے کہ قیام نماز کا ایک رُکن ہے اور یہ اطلاق از قبیل اطلاق الجزء علی الکل ہے۔

س۵ صلوۃ اللیل اور قیام اللیل اور صلوۃ التہجد اور قیام رمضان اور صلوۃ التراویح اور قیام لیلۃ القدر میں کیا کیا فرق ہے اور ان کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج صلوۃ اللیل اور قیام لیلۃ القدر اور صلوۃ التہجد ان تینوں میں شرعاً کچھ فرق نہیں ہے۔ یہ تینوں ایک ہی نماز کے نام ہیں جس کا وقت عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک ہے (جواب نمبر ۴ و ۵ ملاحظہ ہو) اور قیام رمضان بھی صلوۃ اللیل ہی ہے فرق اس قدر ہے کہ قیام رمضان صرف وہی صلوۃ اللیل ہے جو ماہ مبارک کی راتوں میں عشاء کے بعد پڑھی جائے اور صلوۃ اللیل میں رمضان کی راتوں کی قید نہیں ہے، رمضان کی راتوں میں پڑھی جائے خواہ غیر رمضان کی راتوں میں، دونوں صلوۃ اللیل ہے۔ پس صلوۃ اللیل قیام رمضان سے اعم ہے اور قیام رمضان اس سے اخص۔ قیام رمضان کا بھی وہی وقت ہے جو صلوۃ اللیل کا وقت ہے۔ یعنی عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک (جواب ۴ و ۵ ملاحظہ ہو)۔ اور صلوۃ التراویح بھی صلوۃ اللیل ہی ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ صلوۃ التراویح وہی صلوۃ اللیل ہے جو ماہ مبارک رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد بجماعت پڑھی جائے۔ اور صلوۃ اللیل میں نہ رمضان کی راتوں کی قید ہے نہ جماعت کی قید۔ رمضان کی راتوں میں پڑھی جائے خواہ دوسری راتوں میں۔ اور بجماعت پڑھی جائے خواہ اکیلے اکیلے۔ سب صلوۃ اللیل ہے۔ پس جس طرح صلوۃ اللیل قیام رمضان سے اعم ہے اور قیام رمضان اس سے اخص اسی طرح

صلوۃ اللیل صلوۃ التراویح سے اعم ہے اور صلوۃ التراویح اس سے اخص۔ اور ان دونوں یعنی صلوۃ التراویح اور صلوۃ اللیل کا بھی ایک ہی وقت ہے یعنی عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک (جواب نمبر ۲ و ۵ ملاحظہ ہو) اور جس طرح صلوۃ التراویح صلوۃ اللیل ہے اسی طرح صلوۃ التراویح قیام رمضان بھی ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ صلوۃ التراویح میں جماعت کی بھی قید ہے اور قیام رمضان میں یہ قید نہیں ہے۔ پس قیام رمضان بھی صلوۃ التراویح سے اعم ہے اور صلوۃ التراویح اس سے اخص۔ اور ان دونوں کا وقت بھی وہی ایک ہے یعنی عشاء کے بعد سے طلوع فجر تک (جواب نمبر ۲ و ۳ ملاحظہ ہو) اور قیام لیلۃ القدر بھی صلوۃ اللیل ہی ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ قیام لیلۃ القدر صرف وہی صلوۃ اللیل ہے جو بالخصوص شب قدر میں پڑھی جائے۔ اور صلوۃ اللیل میں شب قدر کی قید نہیں۔ پس صلوۃ اللیل قیام لیلۃ القدر سے بھی اعم ہے اور قیام لیلۃ القدر اس سے اخص۔ اور ان دونوں کا بھی وقت ایک ہے (جواب نمبر ۲ و ۵ ملاحظہ ہو)۔

س ۹ صلوۃ اللیل کا افضل وقت کون ہے؟

ج صلوۃ اللیل کا افضل وقت آخر شب ہے۔ آخر شب کی بہت فضیلت آئی ہے۔ مشکوۃ شریف ص ۱۰۱ میں ہے:۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ینزل ربنا تبارک وتعالٰی کل لیلۃ الی السماء الدنیا حین یبقی ثلث اللیل الآخر یقول من یدعونی فاستجیب لہ من یسألنی فاعطیہ من

یستغفرنی فاغفرلہ متفق علیہ

ترجمہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہے کہ ابو ہریرہ رضؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارا پروردگار تبارک و تعالیٰ ہر رات آسمان دنیا کی طرف جبکہ رات کی آخری تہائی باقی رہ جاتی ہے نزول فرماتا ہے۔ کہتا ہے کہ کون ہے جو مجھے پکارے کہ میں اسکی سُنوں۔ کون ہے جو مجھ سے کچھ مانگے کہ میں اُسے دوں۔ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی بخشش چاہے کہ میں اس کے گناہ بخش دوں۔ اور بھی اسی صفحہ میں ہے:۔

عن عبد اللہ بن عمرو قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احب الصلوۃ الی اللہ صلوۃ داؤد واحب الصیام الی اللہ صیام داود، کان ینام نصف اللیل ویقوم ثلثہ وینام سدسہ ویصوم یوما ویفطر یوما متفق علیہ۔

ترجمہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہے کہ عبداللہ بن عمرو نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نمازوں میں سب سے زیادہ پیاری نماز اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کی نماز ہے۔ اور روزوں میں سب سے زیادہ پیارا روزہ اللہ کے نزدیک داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے داؤد علیہ السلام آدھی رات سورہتے تھے اور تہائی رات نماز پڑھتے پھر چھٹا حصہ رات کا سورہتے۔ اور ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے۔ اور بھی اسی صفحہ میں ہے:۔

عن عائشۃ قالت کان تعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ينام اول الليل ويحيى اخره متفق عليه

ترجمہ: صحیح بخاری و صحیح مسلم دونوں میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اول شب میں سو رہتے اور آخر شب میں نماز پڑھتے اور بھی اسی صفحہ میں ہے:-

عن عمرو بن عبسة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقرب ما يكون الرب من العبد في جوف الليل الآخر فان استطعت ان تكون ممن يذكر الله في تلك الساعة فكن

رواه الترمذي وقال هذا حديث صحيح غريب اسنادا۔

ترجمہ: سنن ترمذی میں ہے اور ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے کہ عمرو ابن عبسہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پروردگار سب وقتوں سے زیادہ آخر شب میں بندوں سے نزدیک ہوتا ہے تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ جو لوگ اس وقت اللہ کو یاد کیا کرتے ہیں ان میں سے ہو جائے تو ہو ہی جا۔ اور بھی اسی صفحہ میں ہے:-

عن ابی امامة قال قيل يا رسول الله اى الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر ودبر الصلوة المكتوبات

رواه الترمذي۔

ترجمہ: سنن ترمذی میں ہے کہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کس وقت کی دعا سب سے زیادہ سنی جاتی ہے۔ فرمایا آخر شب کی اور فرض نمازوں کے بعد کی۔ اور صفحہ ۱۰۳ میں ہے:-

عن جابرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من خاف ان لا یقوم من اخر اللیل فلیوتر اولہ ومن طمع ان یقوم من اخرہ فلیوتر اخر اللیل فان صلوۃ اخر اللیل مشہودۃ وذٰلک افضل رواہ مسلم

ترجمہ: صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت جابرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو ڈر ہو کہ آخر رات میں نہیں اٹھے گا تو وہ اول ہی رات میں وتر پڑھ لے۔ اور جس کو امید ہو کہ آخر شب میں اُٹھے گا تو وہ وتر آخر شب میں پڑھے۔ کیونکہ آخر شب میں رحمت کے فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور آخر شب کی نماز افضل ہے۔ اور صلا میں ہے :-

عن عبد الرحمٰن بن عبد القاری قال خرجت مع عمر ابن الخطاب لیلۃ فی رمضان الی المسجد فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلے الرجل لنفسہ ویصلے الرجل فیصلی بصلوتہ الرھط فقال عمر انی اری لو جمعت ھؤلاء علی قارئ واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی بن کعب قال ثم خرجت معہ فی لیلۃ اخری والناس یصلون بصلوۃ قارئھم قال عمر نعمت البدعۃ ھذہ والتی تنامون عنھا افضل من التی تقومون یرید اخر اللیل وکان الناس یقومون اولہ رواہ البخاری

ترجمہ: صحیح بخاری میں ہے کہ عبد الرحمٰن بن عبد قاریؒ نے کہا کہ میں ایک

رات رمضان میں حضرت عمرؓ کے ساتھ مسجد کو نکلا تھا تو دیکھتا کیا ہوں کہ مسجد میں کچھ لوگ متفرق طور پر نماز پڑھ رہے ہیں۔ کوئی اکیلا ہی پڑھ رہا ہے اور کسی کے ساتھ چند آدمی شامل ہو کر پڑھ رہے ہیں۔ تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اگر میں ان لوگوں کیلئے ایک امام مقرر کر دیتا کہ یہ لوگ اسی کے پیچھے پڑھا کرتے۔ تو بلاشبہ یہ بہتر ہوتا۔ پھر ابی بن کعب کو ان کا امام مقرر کر ہی دیا عبدالرحمٰن نے کہا کہ پھر میں اور رات بھی حضرت عمرؓ کے ساتھ نکلا اور لوگ اپنے امام کے ساتھ جماعت سے نماز پڑھ رہے تھے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ کیسا اچھی بدعت ہے اور جس وقت سے لوگ غافل ہو کر سو رہتے ہیں یعنی آخر رات وہ اس وقت یعنی اول رات سے جس میں یہ لوگ نماز پڑھتے ہیں افضل ہے۔ اور فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۲۰۶ میں ہے :۔

انها صلوٰة الليل والافضل فيها آخرها۔

ترجمہ: نماز تراویح بھی صلوٰۃ اللیل ہی ہے اور افضل اس میں آخر شب ہے

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

کتبہ، محمد عبد اللہ الغازیفوری
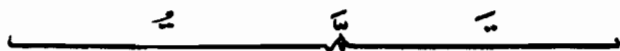
خوشنویس، شمیم اعجاز الآبادی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَأْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ۔ (البیہقی فی المدخل، حاکم، ابو نعیم فی الحلیۃ۔ بغیۃ الملتمس للعلائی)

نعم الشہود

علی تحریف الغالین فی سنن ابی داؤد

تصنیف

استاذ الاساتذہ مولانا سلطان محمود محدث جلالپوری

ناشر

مکتبۃ السنۃ۔ الدار السلفیۃ لنشر التراث الاسلامی
18۔ سفید مسجد، سولجر بازار نمبر 1 کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَ الصَّلٰوۃُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ !

ایک پانچ ورقی رسالہ بعنوان ''غیر مقلدین کے سفید جھوٹ کی حقیقت'' نظر سے گزرا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں آٹھ نہیں۔ جس میں مصنف نے بہت سی غیر ذمہ داری کی باتیں لکھی ہیں۔ لیکن ان کے جواب کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ یہ مسئلہ صدیوں سے علماء کے مابین موضوع بحث رہ چکا ہے اور اس پر فریقین کی طرف سے اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ اب مزید لکھنا ایک چھیڑ خانی اور بحث برائے بحث کے علاوہ کچھ نہیں۔ البتہ صرف ایک بات ایسی نظر سے گزری جوئی ہے اور خطرہ ہے کہ اس سے نئے فتنے جنم لیں گے۔ اس لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ علماء اسلام کو اس پر توجہ دلائی جائے تا کہ آئندہ کے لئے اس قسم کی ناپاک تحریفوں کو دینی دفاتر میں راہ پانے سے روکا جا سکے اور وہ بات یہ ہے کہ رسالہ مذکورہ کے صفحہ: 5 پر ابو داؤد شریف کے حوالہ سے ایک حدیث کے الفاظ یوں نقل کئے گئے ہیں:۔

''عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ کَعْبٍ فَکَانَ یُصَلِّیْ لَھُمْ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً ''۔ (ابو داؤد شریف)

ترجمہ: ''یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

کی اقتدا میں جمع کیا تو ابی رضی اللہ عنہ لوگوں کو بیس تراویح پڑھاتے تھے"۔

یہ ہے مصنف رسالہ کی عبارت۔ اس میں خط کشیدہ لفظ یعنی "رکعة" غلط ہے۔ صحیح لفظ "لیلة" ہے یعنی ابوداؤد شریف کی حدیث کے اصل الفاظ یوں ہیں:۔

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَیِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّیْ لَهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ اِلَّا فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ فَاِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلّٰی فِیْ بَيْتِهٖ فَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَیٌّ۔

ترجمہ: حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھنے پر جمع کیا تھا۔ تب ابی رضی اللہ عنہ انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتا رہتا اور قنوت صرف پہلے پندرہ دن گزرنے کے بعد شروع کرتا۔ پھر جب آخری دس راتیں آتیں تو امامت سے ہٹ جاتا اور اپنے گھر میں نماز پڑھتا۔ تب لوگ کہتے کہ ابی رضی اللہ عنہ بھاگ گیا۔

یہ ہیں حدیث کے اصل الفاظ جن میں بیس راتوں کا ذکر ہے نہ کہ بیس رکعتوں کا اور ظاہر ہے کہ "لیلة" کے بجائے "رکعة" کا لفظ لانا اور اسے بیس تراویح کے ثبوت کے لئے مستدل بنانا ایک اہم دینی کتاب میں شرمناک تحریف ہے۔ اگر سوال پیدا ہو کہ جب لفظ "لیلة" کی بجائے "رکعة"، بعض مطبوعہ نسخوں میں موجود ہے تو پھر اسے تحریف کیوں کہا جائے تو جواباً عرض ہے کہ جن نسخوں میں لفظ "رکعة" موجود

ہے ان کی حقیقت بعد میں بیان کی جائے گی اس سے پہلے وہ شواہد دیکھ لئے جائیں جو تحریف پر دلالت کرتے ہیں اور یہ کئی امور ہیں۔

پہلی شہادت

1318ھ تک ابو داؤد کے جتنے نسخے ہندوستان میں طبع ہوئے ان سب میں "لیلة" کا لفظ ہی مطبوع ہے کہیں بھی "رکعة" والے نسخے کا اشارہ نہیں ہے' اور اسی طرح بیرونِ ہند آج تک جہاں بھی یہ کتاب طبع ہوئی ان تمام مطبوعہ نسخوں میں لفظ "لیلة" ہی مرقوم ہے۔ کہیں بھی "رکعة" کا اشارہ تک نہیں ہے۔ سوائے ان دو تین نسخوں کے جن کو دیوبندی ناشرین نے طبع کرایا۔ جن کا ذکر بعد میں آئے گا۔

دوسری شہادت

جن اسلاف ائمہ و علماء نے سنن ابی داؤد کے حوالے سے یہی حدیث نقل فرمائی ان سب نے "لیلة" کا لفظ نقل کیا۔ کسی نے بھی "رکعة" کے نسخہ کا صراحتاً یا اشارۃً ذکر نہیں کیا۔ ملاحظہ ہو: مشکوٰۃ المصابیح' باب القنوت' فصل ثالث کی پہلی حدیث جس کو صاحب مشکوٰۃ نے یوں نقل کیا ہے:۔

عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَلَا يَقْنُتُ بِهِمْ اِلَّا فِي النِّصْفِ الْبَاقِيْ فَاِذَا كَانَ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ يَتَخَلَّفُ فَصَلّٰی فِيْ بَيْتِهٖ فَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَيٌّ۔ (رواہ أبو داوٗد)

اسی طرح "نصب الرایة" للامام الزیلعی الحنفی میں ہے:۔

وَلِلشَّافِعِيَّةِ فِيْ تَخْصِيْصِهِمُ الْقُنُوْتُ بِالنِّصْفِ الْاَخِيْرِ مِنْ رَمَضَانَ حَدِيْثَانِ: اَلْاَوَّلُ: اَخْرَجَهُ اَبُوْدَاوُدَ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ جَمَعَ النَّاسَ، عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ، فَكَانَ يُصَلِّيْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً۔(الحدیث۔ نصب الرایة جلد ثانی ص:126)

نیز "مختصر سنن أبی داوٗد" للحافظ المنذری میں ہے:۔

وَعَنِ الْحَسَنِ وَهُوَ الْبَصَرِيُّ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰى اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّيْ لَهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً۔الخ۔(الحدیث۔جلد ثانی ص:125)

معلوم ہونا چاہئے کہ "مختصر سنن أبی داوٗد" امام منذری کی کتاب ہے جس میں امام موصوف نے سنن ابی داؤد کی تلخیص فرمائی ہے۔یعنی ابی داؤد کے متون حدیث کو بحذف اسانید ذکر فرمایا ہے۔

ان تینوں بزرگوں کی کتب سے منقولہ عبارات سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل حدیث میں "لیلة" ہی ہے۔اورانہوں نے یاان کے علاوہ کسی دوسرے بزرگ نے کہیں بھی لفظ "رکعة" کااشارہ نہیں کیا۔اس قسم کے حوالے بہت سے دیئے جا سکتے ہیں۔لیکن اختصار کے لئے انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

تیسری شہادت

امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو امام ابوداؤد ہی کے واسطہ سے اپنی کتاب "السنن الکبری" میں مسنداً روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

اَنْبَانَا اَبُوعَلِیٍّ نِالرَّوْذُبَارِیُّ اَنَا اَبُو بَکْرِبْنُ دَاسَةَ ثَنَا اَبُو دَاوٗدَ ثَنَا شُجَاعُ بْنُ مَخْلَدٍ ثَنَا هُشَيْمٌ اَنَا يُوْنُسُ بْنُ عُبَيْدٍ عَنِ الْحَسَنِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ فَكَانَ يُصَلِّیْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّ لَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِی النِّصْفِ الْبَاقِیْ فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ فَصَلّٰی فِیْ بَيْتِهٖ فَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اُبَیٌّ۔(جلد ثانی ص: 498)

چوتھی شہادت

روایت مذکورہ کے چوتھے جملے یعنی "فَاِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ" کا آغاز فائے تفریع وترتب سے ہے اور ظاہر ہے کہ یہ جملہ دوسرے جملے یعنی "فَكَانَ يُصَلِّیْ بِهِمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً" پر مرتب ہے اور یہ ترتیب اس وقت صحیح ہو سکتی ہے جب اس جملہ میں لفظ "لیلة" ہی ہو اگر اس جملے میں لفظ "رکعة" ہو تو پھر ترتب وتفریع صحیح نہیں رہتے اور باوجود فائے تفریعیہ کے یہ عبارت بے جوڑ سی بن جاتی ہے۔

كَمَا لَا يَخْفٰی عَلٰی مَنْ لَّهٗ اَدْنٰی مُمَارَسَةٍ بِالْعَرَبِيَّةِ۔

پانچویں شہادت

مولانا خلیل احمد صاحب حنفی سہارن پوری نے اپنی مشہور کتاب "بذل المجھود فی حل أبی داؤد" میں اس حدیث کو جب بغرضِ شرح لکھا ہے تو لفظ "لیلة" ہی کو ذکر کیا ہے اور اس پر اپنی شرح کی بنیاد رکھی ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:۔

فَكَانَ اُبَیٌّ يُصَلِّی لَهُمْ عِشْرِيْنَ لَيْلَةً وَّلَا يَقْنُتُ بِهِمْ إِلَّا فِی النِّصْفِ الْبَاقِی اَلظَّاهِرُ اَنَّ الْمُرَادَ مِنَ الْبَاقِي اَلْعَشْرُ الْاَوْسَطُ كَاَنَّهٗ لَا يَقْنُتُ إِلَّا فِی الْعَشْرَةِ الثَّانِيَةِ وَ اَمَّا الْعَشْرَةُ الثَّالِثَةُ فَيَتَخَلَّفُ فِيْهَا فِي بَيْتِهٖ وَ يَتَفَرَّدُ عَنِ النَّاسِ فَإِذَا كَانَتِ الْعَشْرُ الْاَوَاخِرُ تَخَلَّفَ اُبَيٌّ عَنِ الْمَسْجِدِ فَصَلّٰی فِيْ بَيْتِهٖ فَكَانُوْا -اَيِ النَّاسُ- يَقُوْلُوْنَ اَبَقَ اَيْ فَرَّوَهَرِبَ اُبَيٌّ۔

ترجمہ: پس ابی نماز پڑھاتا تھا ان کو بیس راتیں اور نہیں قنوت پڑھتا تھا مگر نصف باقی میں۔ ظاہر یہ ہے کہ نصف باقی سے مراد درمیانی عشرہ ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے عشرہ میں قنوت نہ پڑھتا تھا اور دوسرے عشرے میں قنوت پڑھتا تھا۔ رہا تیسرا عشرہ تو اس میں مسجد میں آنے سے رک جاتا اور لوگوں سے الگ اپنے گھر ہی میں رہتا اور جب یہ عشرہ آتا تو مسجد میں نہ آتا اور گھر ہی میں نماز پڑھتا۔ تب لوگ کہتے تھے کہ ابی رضی اللہ عنہ بھاگ گیا۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ مولانا نے دوسرے علماء کے خلاف نصف باقی سے بیس راتوں کا آخری نصف یعنی درمیانہ عشرہ مراد لیا ہے۔ حالانکہ باقی علماء نے

بالخصوص شوافع نے "النصف الباقی" سے رمضان کا آخری نصف مراد لیا ہے اور مولانا کا یہ مراد لینا تب صحیح ہو سکتا ہے کہ جب لفظ "عشرین لیلة" کا ہو اگر لفظ "عشرین رکعة" کا ہو تو پھر اس کا نصف باقی تو آخری دس رکعتیں ہوں گی نہ کہ رمضان کا درمیانہ عشرہ اور غالباً مولانا نے یہ توجیہ اس لئے کی ہے کہ شوافع کا مذہب ہے کہ قنوت الوتر رمضان کے نصف آخر کے ساتھ خاص ہے اور وہ لوگ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں۔ اب اس توجیہ سے یہ حدیث ان کا مستدل نہیں بن سکے گی۔ بہر حال اس کی توجیہ کچھ بھی کیوں نہ ہو مولانا نے اس لفظ کو "عشرین لیلة" ہی قرار دیا ہے "رکعة" نہیں۔

پھر یہ بات بھی زیرِ غور رہنی چاہئے کہ امام ابوداؤد کی سنن کے نسخہ جات جو آپ کے شاگردوں نے آپ سے نقل کئے متعدد ہیں۔ جن میں سے زیادہ متعارف تین ہیں۔ ابوعلی لؤلؤئی رحمه الله کا نسخہ جو ہمارے بلاد میں مطبوع ہے اور ابن داسہ رحمہ اللہ کا اور ابن الاعرابی رحمہ اللہ کا۔ ان نسخوں میں اختلافات ہیں۔ کہیں اختلافات لفظی اور کہیں الفاظ کی کمی بیشی یا روایات کی کمی زیادتی۔ اور ان اختلافاتِ نسخ کو بالعموم شراح نے بیان کر دیا ہے۔ اور خصوصاً مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی۔ جیسا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث "تحت السرة" والی کو ابن الاعرابی کے نسخہ سے نقل فرمادیا ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے:۔

واعلم أنه كتب ههنا على الحاشية أحاديث من رواية ابن الأعرابي

فیناسب لنا أن نذکرها ثنامحمد بن محبوب البنانی بنو نین أبو عبدالله البصری قال ثنا حفص بن غیاث عن عبد الرحمن بن إسحاق الواسطي أبو شیبة ضعیف عن زیاد بن زید السوائي الأعصم بمهملتین الکوفي مجهول عن أبي جحیفة وهب بن عبدالله السوائي بضم المهملة والمد بکنیة صحابي معروف صحب علیاً رضي الله عنه أن علیاً قال من السنة وضع الکف علی الکف في الصلوة تحت السرة ۔ رواه أحمد وأبو داوٗد وقال الشوکاني الحدیث ثابت في بعض نسخ أبي داوٗد وهي نسخة ابن الأعرابي ولم یوجد في غیرها ۔الخ۔(بذل المجهود ج:2 ص:23)

ملاحظہ ہو کہ کس طرح مولانا نے اس مقام پر دوسرے نسخے کی روایت اس جگہ بیان فرما کر اس کی شرح بھی کر دی اور اپنے دلائل متعلق "تحت السرة" میں اس کو بھی پیش کر دیا۔اب اگر حضرت ابی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی نسخوں کا اختلاف ہوتا اور کہیں بھی لفظ "رکعة" کا وجود ہوتا تو مولانا اپنے استدلال کی خاطر اس کا ذکر فرماتے اور اپنے مستدلات میں ایک دلیل بڑھا لیتے۔حالانکہ بیس ثابت کرنے کے لئے انہوں نے علامہ نیموی کی کتاب آثار السنن میں سے وہ روایتیں نقل کر دیں جن کے جوابات کئی بار علماء حدیث دے چکے ہیں۔لیکن اس روایت کے بارے میں اشارہ تک نہیں فرمایا۔ان مذکورہ بالا شواہد سے واضح ہو جاتا ہے کہ اصل لفظ "عشرین لیلة" ہی ہے اور اس کو "عشرین رکعة" بنانا تحریف ہے۔

یہ تحریف کب ہوئی؟ کس نے کی؟ اور کیوں کی؟

ہم پہلے واضح کر چکے ہیں کہ ہند میں 1318ھ تک جتنے نسخے سنن کے مطبوع ہوئے ان سب کے سب میں "عشرین لیلة" ہی مطبوع ہے اور کسی قسم کا کوئی اشارہ نسخوں کے اختلاف کا نہیں ہے۔ البتہ جب مولانا محمود حسن کے حواشی کے ساتھ سنن کو چھپوایا گیا تو ناشرین نے خود یا کسی کے مشورہ سے متن میں "لیلة" اور اس کے اوپر "ن" کا نشان دے کر حاشیہ پر "رکعة" لکھ دیا۔ اس کے بعد جب مولانا فخر الحسن کے حواشی کے ساتھ طبع کرایا گیا تو اس میں متن میں "رکعة" لکھا اور اسکے اوپر "ن" کا نشان دے کر حاشیہ پر "لیلة" لکھ دیا تاکہ یہ تأثر عام ہو جائے کہ یہاں نسخوں کا اختلاف ہے۔ اسی طرح بذل المجہود کے ساتھ سنن ابی داؤد کی طبع کے وقت متن میں "لیلة" لکھا اور اوپر "ن" کا نشان دے کر حاشیہ پر "رکعة" لکھا اور اس کے ساتھ یہ عبارت لکھ دی۔ "کذا فی نسخة مقروءة علی الشیخ۔ مولانا محمد اسحق رحمه الله تعالی" بغیر اس وضاحت کے کہ یہ عبارت کس کی ہے۔ اس نسخہ کو کس نے دیکھا تھا' اور کہاں دیکھا تھا' اور اب وہ نسخہ کہاں ہے؟ یہ یاد رہے کہ یہ عبارت مولانا کی شرح کی عبارت میں نہیں بلکہ اصل کتاب یعنی سنن ابی داؤد کے حاشیہ پر لکھی گئی ہے۔ پس یہ عبارت مجہول القائل ہونے کی بناء پر نا قابل اعتماد ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اس پوری کی پوری کارروائی سے یہ تأثر دینا مقصود تھا کہ سنن ابی داؤد کے بعض نسخوں میں "عشرین رکعة" موجود ہے تاکہ اس حدیث کو بیس رکعات تراویح کے ثبوت میں پیش کیا جا سکے۔ لیکن شواہد کے ہوتے ہوئے اس کارروائی کو ایک قسم کی

تدلیس اور تلبیس نہ سمجھا جائے تو کیا کہا جائے۔

اگر کوئی کم فہم یہ شبہ پیدا کرنے کی کوشش کرے کہ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ ایسے علماء کے نام پر اوران کے حواشی کے ساتھ کتابیں چھپوائی جائیں اوران کتابوں میں ایسی تحریف کی جائے اوروہ خود یاان کے شاگرد جو بڑے بڑے علماء ہیں اس پر خاموش رہیں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ممکن اور ناممکن کی بحث بے فائدہ ہے۔ دنیا میں اس سے بھی بڑی ان ہونی باتیں ہوچکیں اورآج تک موجود ہیں اور کسی کو بھی سوائے زبانی باتوں کے ان کی اصلاح کی توفیق نہیں ملی۔ حضرت مولانا محمود الحسن صاحب سے کون واقف نہیں اوران کی کتاب "إیضاح الأدلہ" کو کون نہیں جانتا جو مولانا نے ایک اہل حدیث عالم کے جواب میں لکھی جب کہ اس عالم نے رد تقلید پرآیہ ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ سے استدلال کیا تو مولانا نے اس کا جواب دیا اوراپنے خیال میں اس کے جواب میں ایک آیت بھی لکھ دی اوراسی اپنی پیش کردہ آیت کو مستدل بنایا۔لیکن اس آیت کا موجودہ کلام مجید میں کہیں بھی وجود نہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

''اب اس سے صاف ظاہر ہے کہ فی الحقیقت حکم تو حکم خداوندی ہے اور منصبِ حکومت سوائے خداوند جل وعلا شانہ فی الحقیقت کسی کو میسر نہیں اور منصب حکومت انبیائے کرام علیہم السلام' وامام' قاضی' وائمہ مجتہد یا دیگر اولوا الامر عطائے خداوند متعال بعینہ اس طرح پر ہوگا جیسے منصب حکم حکام ماتحت کے حق میں عطائے حکام بالادست ہوتا ہے۔اور جیسے اطاعتِ حکام ماتحت

سراسر اطاعتِ حکامِ بالادست سمجھی جاتی ہے اسی طرح پر اطاعت حکام ماتحت سراسر اطاعت حکام بالادست سمجھی جاتی ہے، اسی طرح پر اطاعتِ انبیائے کرام علیہم السلام و جملہ اولی الامر بعینہٖ اطاعتِ خداوند جل جلالہ خیال کی جائے گی۔ اور متبعین انبیائے کرام اور دیگر اولوا الامر کو خارج از اطاعت خداوندی سمجھنا ایسا ہو گا جیسا متبعینِ احکام حکام ماتحت کو کوئی کم فہم خارج از اطاعتِ حکام بالادست کہنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ ارشاد ہوا۔ "فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰى اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ"۔ اور ظاہر ہے کہ اولوا الامر سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں۔ سو دیکھئے اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت انبیاء و جملہ اولوا الامر واجب الاتباع ہیں۔ آپ نے آیت "فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ" تو دیکھ لی اور آپ کو یہ اب تک معلوم نہ ہوا کہ جس قرآن مجید میں یہ آیت ہے، اسی قرآن میں آیت مذکورہ بالا معروضۂ احقر بھی موجود ہے۔ عجب نہیں کہ آپ دونوں آیتوں کو حسب عادت متعارض سمجھ کر ایک کے ناسخ اور دوسری کے منسوخ ہونے کا فتویٰ لگانے لگیں۔ انتہی۔ (ایضاح الادلہ صفحہ 93,92)۔

خط کشیدہ عبارت کو غور سے دیکھا جائے کہ مولانا مرحوم کس طرح اہلِ حدیث عالم کی پیش کردہ آیت ﴿فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ کے مقابلہ میں ایک دوسری آیت پیش کر رہے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:۔

فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ إِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ وَإِلٰى أُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

اور کس طرح اس عالم اہل حدیث پر پھبتی کستے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ آیت تو دیکھ لی لیکن یہ دوسری ''آیت معروضہ احقر'' کا آپ کو اب تک پتہ نہیں چلا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ دوسری آیت جس کا تعارف مولانا آیت مذکورہ بالا معروضہ احقر کے الفاظ سے کرا رہے ہیں۔قرآن مجید کے کس پارہ میں ہے؟ یہ کتاب مولانا کے نام پر چھپی اور غالباً آپ کی زندگی میں چھپی اور آپ کے شاگردوں نے جو بڑے بڑے علماء تھے دیکھی۔کیا کسی کو توفیق ملی کہ اس کی اصلاح کرے۔اگر یہ ناممکن سی بات وجود میں آ سکتی ہے تو پھر کسی بھی اس قسم کی کوتاہی کو جو کسی سے بھی سرزد ہو ناممکن نہیں کہا جا سکتا اور اس قسم کی کوتاہیوں کی کوئی توجیہ نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ:۔ ''اَلْعِصْمَةُ لِلّٰهِ وَلِرَسُوْلِهٖ خَاصَّةً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''

حدیث نبوی ﷺ کی صداقت کا ایک عظیم نشان

اس قسم کی سنگین حرکات پر ایک مومن کا دل یقیناً کڑھتا ہے اور یہ دیکھ کر کہ امت مسلمہ کو جو قدرت کی طرف سے یہ خصوصیت دی گئی تھی کہ اس کے دینی مآثر تحریف و تبدیل سے محفوظ رہیں گے اس خصوصیت کو بھی کچھ لوگ پامال کرنے کے درپے ہیں۔ایک باغیرت مسلمان کو غصہ آتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی ایک پیش گوئی کی صداقت کے کمال میں کمی رہتی جو آنحضرت ﷺ فرما گئے۔جیسا کہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَكُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ

حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْهُمْ قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَلْيَهُوْدُ وَالنَّصَارٰی ؟ قَالَ فَمَنْ ؟۔(بخاری۔مسلم)

یعنی تم لوگ اپنے سے پہلے گزرنے والوں کے پیچھے چلو گے بالشت بہ بالشت' ہاتھ بہ ہاتھ حتیٰ کہ اگر وہ سانڈھ کے بل میں گھسیں گے تو تم بھی ان کے پیچھے چلو گے۔ لوگوں نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ ان گزرنے والوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ نہ ہوں تو اور کون؟

اسی طرح اس واقعہ کو حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت ﷺ سے بیان فرمایا۔ ملاحظہ ہو "سنن ابن ماجه 'باب افتراق الامم " اور اسی طرح اس بات کو حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت ﷺ سے بیان کیا۔ ملاحظہ ہو "جامع ترمذی بَابٌ لَتَرْكَبُنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ"

اور اسی طرح اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے بھی آنحضرت ﷺ سے بیان کیا ملاحظہ ہو (المستدرك للحاكم ج: 1 ص: 129) بلکہ اس میں تو ایک اور لفظ کا اضافہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "حَتّٰی لَوْ كَانَ فِيْهِمْ مَنْ نَكَحَ اُمَّهٗ عَلَانِيَةً فِيْ أُمَّتِيْ مِثْلُهٗ" ۔ یعنی ان میں اگر اپنی ماں سے اعلانیہ نکاح کرنے والے ہوں گے تو میری امت میں بھی ایسے ہوں گے۔

صحابہ رضوان اللہ علیہم کے ان بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ تمام وہ قباحتیں جو یہود نصاریٰ میں موجود ہیں وہ امت محمدیہ میں سے بعض رذیلوں میں بھی پائی جائیں گی۔ چونکہ التحریف فی کتب الدین کی بدعادت ان میں موجود تھی۔ اب اگر مدعیانِ اسلام میں سے ایسا کرنے والا کوئی پیدا نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی صداقت کا ایک نیا نشان

سامنے نہ آتا۔ان حرکات پر مطلع ہونے سے ایک مومن کا ایمان یقیناً بڑھ جاتا ہے اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلتا ہے:۔

صَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ الصَّادِقِ الْمَصْدُوْقِ وَعَلَى الَّذِيْنَ سَمِعُوْا اَحَادِيْثَهٗ وَوَعَوْهَا وَ بَلَّغُوْهَا وَجَمَعُوْهَا مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَاَتْبَاعِهِمْ مِنْ اَئِمَّةِ الْمُحَدِّثِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَاَرْضَاهُمْ اَجْمَعِيْنَ۔

حفاظتِ دین کے ذمہ داران اہلِ علم و فضل سے ایک اپیل

تمام مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے علماء اور ناشرین کتب سے نہایت ادب کے ساتھ گذارش ہے کہ اپنی متفقہ کوششوں کے ساتھ اس قسم کی نازیبا حرکات کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ بالخصوص وزیر امور مذہبی صاحب سے اپیل ہے کہ جس طرح قرآن مجید کی صحتِ طباعت کا انتظام کرایا جا رہا ہے اسی طرح صاحبِ موصوف اپنے اثر و رسوخ کو استعمال فرما کر دینی کتب کو بھی اس قسم کی تحریفوں سے محفوظ کرائیں۔ جن دنوں پہلی مرتبہ یہ حرکت ہوئی تھی تو انہی دنوں میں بعض علماء نے اس کے خلاف آواز اٹھائی تھی لیکن بوجہ انگریزوں کی محکومی میں ہونے کے کچھ شنوائی نہ ہوسکی۔ آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسلمانوں کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ آج بھی ہم اگر

اپنے دینی دفاتر کو اس قسم کی تحریفوں سے محفوظ نہ کرا سکے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ ہمیں چاہیئے کہ ہم متفق ہو کر اس دینی فریضہ کو انجام دیں اور اپنے آپ کو اس اعزاز عظیم کا مستحق بنالیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امت محمدیہ کے علماء کو بوساطتِ رسول اللہ ﷺ ملا ہے کہ:۔

يَحْمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ كُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ يَنْفَوْنَ عَنْهُ تَحْرِيْفَ الْغَالِيْنَ وَ انْتِحَالَ الْمُبْطِلِيْنَ وَتَاْوِيْلَ الْجَاهِلِيْنَ۔(بیهقی ۔ کتاب المدخل)

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہر آنے والے قرن میں سے صاحبانِ دیانت اس علم کو اٹھاتے رہیں گے جو اس علم سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور جھوٹے دعوے کرنے والوں کے جھوٹ اور جُہال کی تاویل کو ہٹاتے رہیں گے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ان ذمہ داریوں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ

مکتبۃ السنۃ کی دیگر مطبوعات